﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۲ — جمعہ — ۱۰ فروری ۱۹۹۵ء — شمارہ ۶

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام

دعا بڑی عجیب چیز ہے۔ دعا کے لئے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے

دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں مگر ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب دعا سے ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ دعا کے لئے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوء ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دعا کی گئی کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ دعا کرنے والے تھک گئے ہیں جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس نامرادی نے یہاں تک برا اثر پہنچایا کہ دعا کی تاثیرات کا انکار شروع ہوا۔ اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا تو اس قدر عرصہ دراز تک جو دعائیں کی گئی کیوں قبول نہ ہوئیں؟ مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانے والا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلون کو سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ ساری نامرادیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتاب کاری کا نتیجہ ہیں۔ جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی۔ پس کبھی تھکنا نہیں چاہئے۔

دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا۔ دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔ وہ یہ چاہتا ہے کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا۔ مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کون سا موقع ہے وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور و پرداخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ وقت آ جاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال دعا کا ہے اور بعینہ اسی طرح دعا نشوونما پاتی اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔

یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنے والے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل اس کے گھر بچہ پیدا ہو جائے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گزرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بچے کا پیدا ہونا ماں کا ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔ مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (انٹرنیشنل) کے مقبول ترین پروگرام "ملاقات" میں ہر روز شمولیت فرماتے ہیں اور مختلف موضوعات پر انگریزی اور اردو میں اظہار خیال فرماتے ہیں۔ ہفتہ کے دو روز ترجمہ قرآن مجید کی کلاس ہوتی ہے، دو روز ہومیو پیتھک طریقہ علاج کی کلاس، ایک روز عمومی سوالات کے لئے مخصوص ہے، ایک دن بچوں سے دلچسپ علمی بات چیت کا پروگرام ہوتا ہے اور ایک روز انگریزی دان احباب کے سوال و جواب کے لئے وقف ہوتا ہے۔ ان متنوع موضوعات کی مجالس میں حضور انور کے ارشادات کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے۔ یہ مختصر کالم تفصیلات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

ہفتہ ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء:

آج احمدی بچوں اور بچیوں کے ساتھ دلچسپ علمی مجلس منعقد ہوئی جس میں حضور انور نے بچوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب سے زندہ سلامت بچ کر کشمیر کی طرف سفر کرنے کے واقعات بہت دلچسپ رنگ میں سنائے اور نقشہ کی مدد سے مختلف مقامات کی نشان دہی فرمائی۔ نیز قبر مسیح کی بعض تفاصیل اور اس کے ثبوت بیان فرمائے۔

اتوار ۲۲ جنوری ۱۹۹۵ء:

آج گیمبیا کے مختلف احمدی احباب و خواتین اور ایک کورین احمدی مسلم ابراہیم لی صاحب کے ساتھ مجلس سوال و جواب میں حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے:

☆ بعض لوگ قرآنی آیات کو تعویذ بنا کر گردن یا کمر کے گرد باندھ لیتے ہیں اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے؟

☆ افریقن ممالک مثلاً صومالیہ، گیمبیا اور لائبیریا وغیرہ میں مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ اس صورت حال پر تبصرہ؟

☆ احمدیوں کو حج پر جانے میں کیوں مشکل پیش آ رہی ہے؟

☆ اگر کوئی احمدی فوت ہو جائے اور اس کے غیر احمدی رشتہ دار احمدیوں کو اس کا جنازہ نہ پڑھنے دیں تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

☆ احمدی اور غیر احمدی میں بنیادی طور پر کیا فرق ہے نیز دونوں جس طریق پر نماز ادا کرتے ہیں اس میں کیا فرق ہے۔

سوموار، منگل ۲۳، ۲۴ جنوری ۱۹۹۵ء:

ان ایام میں بالترتیب ہومیو پیتھی کی ۶۳ ویں اور ۶۴ ویں کلاسیں منعقد ہوئیں۔ ۶۳ ویں کلاس میں جنوبی کوریا کے ایک مخلص احمدی ابراہیم لی صاحب بھی شامل ہوئے۔ حضور نے ان کا تعارف کروایا اور بعد ازاں ہومیو پیتھی کے نظام کا ایک جامع اور تفصیلی تعارف کروایا۔ ہومیو پیتھی طریقہ علاج کے فلسفہ کو سمجھنے کے لئے ان تفاصیل کا سننا بہت مفید ہوگا۔

ہومیو پیتھی کی ۶۴ ویں کلاس میں مختلف ادویات کے خواص بیان کرنے کے علاوہ حضور انور نے ایٹم کی حقیقت پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی۔

بدھ ۲۵ جنوری ۱۹۹۵ء:

حسب پروگرام آج قرآن مجید کے ترجمہ کی کلاس نمبر ۷۳ منعقد ہوئی۔ دوران کلاس حضور انور نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت آدمؑ کی تخلیق میں مشابہت کے موضوع پر بہت پر معارف روشنی ڈالی۔ یہ بیان خاص توجہ سے سننے کے لائق ہے۔ علاوہ ازیں دوران کلاس حضور انور نے بعض ایسے ارشادات بھی فرمائے جو غیر معمولی اہمیت اور افادیت رکھتے ہیں ان میں سے چند ارشادات قارئین الفضل کی خدمت میں پیش ہیں۔

"حضور انور نے " وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا .... " کے سلسلہ میں فرمایا:

اب .... گفتگو..... کا ماحصل یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ پر بھی اثر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے بعد ایک لمبے عرصہ تک احمدیوں کو غیر احمدی مخالفین نے دشمنی کا نشانہ بنایا اور ظلموں کا نشانہ بنایا لیکن بالآخر یہ مقدر ہے۔ اب یہ نہیں ہوا کرتا مماثلت میں کہ لفظاً لفظاً بعینہ اسی طرح بات پوری ہو۔ یہ بہرحال مقدر ہے کہ جس عرصہ میں رفتہ رفتہ عیسائیوں کو یہود پر غلبہ نصیب ہوا۔ کم و بیش اسی عرصہ میں احمدیوں کو اپنے مخالفین کے مقابل پر ایک فوقیت نصیب ہو جائے گی۔ یہ ہے وعدہ جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ آج سو سال سے کچھ اوپر گزر چکے ہیں اور بہت سے ایسے ممالک اب نئے ابھر رہے ہیں جہاں جماعت احمدیہ کی تعداد دوسرے مسلمانوں سے زیادہ ہو گئی ہے اور ایسے ممالک ابھر رہے ہیں جہاں سو فیصدی جماعت احمدیہ کی تعداد ہے۔ اور غیر احمدی مسلمان وہاں موجود ہی نہیں۔ ہم نے عیسائیوں یا Pagans میں سے لوگ کھینچے ہیں اور خدا کے فضل سے اسلام وہاں قائم ہو گیا ہے۔ یہ جو نیا دور داخل ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس صدی کے اندر اندر یہ وعدہ جماعت کے حق میں پورا ہو جائے گا۔ اور ایک دفعہ جماعت کو جو غلبہ نصیب ہوگا پھر کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ اب عیسائی حکومتوں

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

رمضان کا مبارک مہینہ مومنین کو جن اہم دینی فرائض اور ذمہ داریوں کی یاد دلاتا ہے ان میں سے ایک نہایت اہم فریضہ دعوت الی اللہ کا ہے۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا جسے اللہ تعالیٰ نے "ھدی للناس" یعنی تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا موجب بنایا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو بندے کو خدا سے ملانے والی ہے۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا ؎

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن نا تمام ہے

پھر رمضان کے مقدس مہینہ میں ہی جب قرآنی وحی کے نزول کا آغاز ہوا تو ہمارے سید و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تو یہ کلام اپنے رب کے نام کے ساتھ لوگوں کو پڑھ کر سنا۔ گویا باقاعدہ طور پر دعوت الی اللہ کی مہم کا آغاز بھی اسی ماہ مبارک میں ہوا۔ اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس شان کے ساتھ اس حکم کی تعمیل فرمائی اور جس طرح آپ نے بغیر کسی قسم کے ناغہ کے دن رات نہایت محنت اور لگن اور بے قراری کے ساتھ خدا کا پیغام بنی نوع انسان تک پہنچانے کے لئے جہاد فرمایا اس کی نظیر ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ اس راہ میں آپ نے اپنے عزیزوں کی ہی مخالفت مول نہیں لی بلکہ عملاً ساری دنیا کو مخالف کرلیا۔ اور معاندین نے آپ کو دعوت الی اللہ کے مشن سے باز رکھنے کے لئے ہر ممکن تدبیریں کیں۔ حرص و طمع دلاکر۔ خوف دلاکر۔ بدزبانی کرکے، گالیاں دے کر۔ آپؐ پر پتھر برسا کر، آپ کے قتل کے منصوبے باندھ کر۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بناکر، غرض ہر ممکن طریق سے انہوں نے آپ کو دعوت الی اللہ سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن دشمن کی کوئی تدبیر آپؐ کو احکامات الٰہیہ کی بجا آوری سے نہ روک سکی اور آپؐ مسلسل دعوت الی اللہ کرتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ توحید کی طرف بلانے والی یہ آواز تمام معاندانہ و مخالفانہ آوازوں پر غالب آنے لگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ داعیان الی اللہ کی ایک جماعت بن گئی اور وہ بھی آپؐ ہی کے رنگ میں رنگین ہوکر، آپؐ ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، راہ حق میں ہر قسم کی تکالیف و مصائب کا نہایت بشاشت سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے دعوت الی اللہ میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے اپنی جانیں بھی اس راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ غرضیکہ دن بدن یہ مہم زور پکڑتی چلی گئی اور دشمنوں کی زمین کم ہوتی گئی اور پھر وہ دن بھی آیا جب سارا جزیرہ عرب اسلام کے نور سے منور ہوگیا۔

اس زمانہ میں دعوت الی اللہ کا علم خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ہاتھوں میں دیا ہے۔ آج ساری دنیا میں دین اسلام کے غلبہ کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بار بار اپنے خطبات و خطابات میں احباب جماعت کو اس نہایت اہم فریضہ کی بجا آوری کے لئے توجہ دلا رہے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ دنیا بھر میں جگہ جگہ ایسے مخلصین داعیان الی اللہ کے پاک گروہ پیدا ہو رہے ہیں جنہوں نے دعوت الی اللہ کو حرز جان بنا رکھا ہے اور ان کی نیک کوششیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ثمر بار ہو رہی ہیں لیکن جیسا کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بار بار احباب جماعت کو توجہ دلا رہے ہیں۔ دعوت الی اللہ کوئی فرض کفایہ نہیں کہ ساری جماعت میں سے چند افراد اسے ادا کردیں تو کافی ہے بلکہ یہ ہم میں سے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ مردوں کی بھی اور عورتوں کی بھی۔ چھوٹوں کی بھی اور بڑوں کی بھی اور اگر ہم سب اس جہاد میں اپنی اپنی بساط اور توفیق کے مطابق حصہ لیں تو عالمگیر غلبہ اسلام کی منزل خدا کے فضل سے بہت جلد سر ہوسکتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دعوت الی اللہ کا دعا سے بہت گہرا تعلق ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ دعا کے بغیر دعوت الی اللہ میں کامیابی ممکن نہیں۔ کوئی انسان کسی دوسرے کا دل بدل نہیں سکتا۔ دل خدا کے ہاتھ میں ہیں وہی ان پر تصرف رکھتا ہے۔ اس لئے اگر آپ لوگوں کے دل خدا کے لئے جیتنا چاہتے ہیں تو دعاؤں سے کام لینا ہوگا اور خدا تعالیٰ سے ہی اس کام میں کامیابی کے لئے مدد مانگنا ہوگی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عظیم کامیابیوں اور آپؐ کے ذریعہ پیدا ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب کے متعلق یہی عارفانہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جن کے نتیجہ میں صدیوں کے مردے زندہ ہوگئے۔ پس آج بھی دعوت الی اللہ کے جہاد میں کامیابی کے لئے ہمیں دعا ہی کے حربہ سے کام لینا ہوگا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ خطبات میں خصوصیت سے احباب جماعت کو توجہ دلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان کے ان مبارک ایام میں خصوصیت سے مقبول دعائیں کرنے کی توفیق بخشے اور ہم دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں پورا کرنے والے ہوں۔

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

(بخاری کتاب الصوم۔ باب فضل من قام رمضان)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان میں (عبادت کے لئے) کھڑا ہوتا ہے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یُنْقَصُ مِنْ اَجْرِ الصَّآئِمِ شَیْئٌ۔

(ترمذی کتاب الصوم باب فضل من فطّر صائمًا۔)

حضرت زید بن خالدؓ الجہنی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اسے اس (روزہ رکھنے والے) کے برابر ثواب ملے گا۔ لیکن اس سے روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

یہ ایام عِتقٌ مِّنَ النّار کے ہیں

عبادت کے دن ہیں دعاؤں کی راتیں
کریں اپنے مولیٰ سے کھل کھل کے باتیں
اسے اہل تقویٰ سے ہے پیار و الفت
نہیں اس کو پروا ہیں کیا ان کی ذاتیں
مقابل پہ تقویٰ کی دولت کے پیارو
ہیں سب ہیچ دنیا کی انمول دھاتیں
شیاطین ہیں پا بہ زنجیر سارے
ہیں بیکار سب آج کل ان کی گھاتیں
قریب آنے پائیں بھی گر مومنوں کے
پلٹ جاتے ہیں کھاکے دو چار لاتیں
مساجد میں دنیا کی قدوسیوں نے
لگالی ہیں پھر اپنی اپنی قناتیں
دعاؤں میں مشغول ہیں معتکف سب
الٰہی ہوں مقبول ان کی صلوتیں
یہ ایام عِتقٌ مِّنَ النّار کے ہیں
ترے خاص فضل و کرم کی ہیں راتیں
رضا تیری حاصل ہو سب مومنوں کو
یہ راتیں ہوں ان کے لئے شب براتیں
عمل ہو نہ صالح تو ایماں عبث ہے
نہیں کام کی صرف باتیں ہی باتیں
ہے ٹوٹی ہوئی جن کے ایماں کی تانی
انہیں چاہئے پھر نیا سوت کاتیں

(محمد صدیق امرتسری)

دنیا میں دعا جیسی کوئی چیز نہیں

[سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ماہ رمضان المبارک کے متعلق فرمایا ہے کہ "یہ دعاؤں کا مہینہ ہے"۔ آپ نے اپنی متعدد تحریرات و فرمودات میں دعا کی حقیقت اور اس کے فلسفہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ذیل میں ہم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کی تحریر فرمودہ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حصہ پنجم سے ایک حصہ درج کر رہے ہیں جس میں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے آئینہ میں آپ کی سیرت مبارکہ کو پیش فرمایا ہے اور اس ضمن میں آپ کی بعض دعائیں درج کی ہیں۔۔۔ ادارہ]

-۴-

قرآن مجید کے فہم کے لئے دعا

(۶۴۔۱۸۶۷ء کا درمیانی واقعہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دعا ایک بے نظیر حربہ ہے وہ ہر کام دعا ہی سے لیتے تھے دعا ہی کے ذریعے سے عربی زبان کے ہزاروں الفاظ کا علم آپ کو دیا گیا اکثر امراض کا ازالہ دعاؤں سے ہوا۔ دشمن کے مقابلہ میں اسی حربہ سے فتح حاصل کی۔ یہ زمانہ آپ کی جوانی کا تھا اور آپ اس زمانہ میں سیالکوٹ میں بہ سلسلہ ملازمت تھے آپ کی عام عادت شروع سے یہ تھی کہ اپنا دروازہ بند کر کے خلوت میں رہتے تھے سیالکوٹ میں یہی طریق تھا بعض لوگ اسی ٹوہ میں تھے کہ یہ دروازہ بند کر کے کیا کرتے ہیں آخر ایک دن انہوں نے موقعہ پالیا اور آپ کی اس مخفی زندگی کا ان پر انکشاف ہوا اور وہ یہ تھا کہ آپ مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر دعا کر رہے تھے کہ

"یا اللہ تیرا کلام ہے مجھے تو تو ہی سمجھائے گا تو میں سمجھ سکتا ہوں"

یہ قرآن مجید سے محبت اور اس کے حقائق و معارف کی اشاعت کے جوش کا نتیجہ ہے جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ آپ دین قویم کے غلبہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و اقبال کے لئے دعاؤں میں مصروف تھے اسی کے ضمن میں قرآن کریم پر جو اعتراض اس زمانہ میں پادریوں اور دہریوں وغیرہ کی طرف سے ہو رہے تھے ان کے جوابات کے لئے آپ بے قرار اور مضطرب تھے اور اس کے لئے اپنے نفس اور رائے سے کچھ بولنا نہیں چاہتے تھے بلکہ خدا تعالیٰ سے براہ راست فیض حاصل کرنے کے لئے دعاؤں میں مصروف تھے اور ان دعاؤں ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پر الرحمٰن علم القرآن کی وحی ہوئی اور آپ نے اپنے عمل سے بتایا کہ قرآن فہمی کے لئے دعاؤں اور توجہ الی اللہ ہی راہنما ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے مقام پر فرمایا:

مشکل قرآں نہ از ابناء دنیا حل شود
ذوق آں مے داند آن مستے کہ نوشد آں شراب

حق کی تائید اور فتح کے لئے دعا

جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں اور آپ کے سوانح حیات میں میں نے تفصیل سے ذکر کیا ہے حضرت والد صاحب مرحوم کے احکام کی محض تعمیل و اطاعت میں آپ اپنی ریاست کے مقدمات کی پیروی کے لئے بھی جاتے تھے اور آپ کے معمول میں یہ امر داخل تھا کہ مقدمہ کی تاریخ سے پہلے دن عشاء کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا کر کے حاضرین سے فرماتے کہ

"مجھ کو مقدمہ کی تاریخ پر جانا ہے میں والد صاحب کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا دعا کرو کہ اس مقدمہ میں حق حق ہو جائے اور مجھے مخلصی ملے میں نہیں کہتا کہ میرے حق میں ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حق کیا ہے؟ پس جو اس کے علم میں حق ہو اس کی تائید اور فتح ہو"۔

اس دعا کے لئے آپ خود بھی ہاتھوں کو خوب پھیلاتے اور دیر تک دعا مانگتے اور تمام حاضرین بھی شریک تھے۔ دعا کے الفاظ اپنی حقیقت اور دعا کرنے والے کے دلی عزائم اور جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ لوگ مقدمات کرتے ہیں اور ان میں کامیابی کے لئے تقویٰ اور صداقت کی قطعاً پروا نہیں کرتے بلکہ ہر قسم کی مزورانہ چالوں کو اپنی دانش مندی اور فرزانگی قرار دیتے ہیں۔ مگر غور کرو کہ حضرت اقدس حقیقت اور صداقت کے صحیح علم کو اللہ تعالیٰ کی علیم بذات الصدور ہستی پر ایمان رکھتے ہوئے حق کی فتح کی دعا کرتے ہیں

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص تقویٰ کے کس اعلیٰ مقام پر ہے اور خدا تعالیٰ کا خوف اس کے دل پر کس قدر طاری ہے۔ اور وہ اپنے علم و فہم اور تجویزوں پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گر کر حق کی فتح اور تائید کی دعا کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے دعا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صداقت اور عظمت کے ثبوت اور اظہار کے لئے آپ ہمیشہ بے قرار رہتے اور جو موقع بھی اس مقصد کے لئے ملتا اس کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ آپ کی نمازوں اور دعاؤں میں مرکزی نقطہ یہی ہوتا تھا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ہر کسے اندر نماز خود دعائے می کند
من دعا ہائے بردبار تو اے باغ ذ بہار

اس زمانہ میں جب کہ آپ سیالکوٹ کی ملازمت کے سلسلہ کو اپنے والد محترم و مکرم حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے حکم کے ماتحت ختم کر کے قادیان آچکے تھے اور گو حسب معمول عملاً گوشہ گزیں تھے مگر کبھی کبھی حضرت والد صاحب مرحوم کے حکم کی تعمیل میں بعض مقدمات کی پیروی کے لئے بھی چلے جاتے تھے۔ قادیان کے لوگوں کو آپ کی بزرگی اور تعلق باللہ کا یقین تھا باوجود اس کے کہ قادیان کے بعض آریہ سماجی ممبر حضرت اقدس کی خدمت میں آتے رہتے تھے اور اسلام کے متعلق مناظرات کرتے رہتے تھے ایک موقعہ پر اس قسم کا معاملہ پیش آیا کہ حضرت اقدس کو ایک خاص معاملہ میں دعا کے لئے لالہ شرمپت رائے آنجہانی نے تحریک کی اور یہ تحریک برنگ اعتراض تھی جیسا کہ خود حضرت اقدس نے براہین احمدیہ جلد سوم میں تحریر فرمایا ہے یہ واقعہ ۶۸۔۱۸۷۰ء کے قریب کا ہے مجھے اس واقعہ کا لکھنا اس لئے ضروری ہوا کہ اس دعا کی عظمت اور قبولیت پر اس کی تفصیل سے ایمان بڑھتا ہے اور اس میں حضرت اقدس کی اس غیرت دینی کا پتہ لگتا ہے جو آپ کو صداقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے تھی چنانچہ فرماتے ہیں:

عرصہ تخمیناً بارہ برس کا ہوا ہے۔ کہ ایک ہندو صاحب کہ جو اب آریہ سماج قادیان کے ممبر اور صحیح و سلامت موجود ہیں۔ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے معجزات اور آنجناب کی پیشن گوئیوں سے سخت منکر تھا۔ اور اس کا پادریوں کی طرح شدت عناد سے یہ خیال تھا کہ یہ سب پیش گوئیاں مسلمانوں نے آپ بنالی ہیں۔ ورنہ آنحضرتؐ پر خدا نے کوئی امر غیب ظاہر نہیں کیا اور ان میں یہ علامت نبوت موجود ہی نہیں تھی۔ مگر سبحان اللہ کیا فضل خدا کا اپنے نبی پر ہے۔ اور کیا بلند شان اس معصوم اور مقدس نبی کی ہے کہ جس کی صداقت کی شعاعیں اب بھی ایسی ہی چمکتی ہیں کہ جیسی قدیم سے چمکتی آئی ہیں۔ کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ اس ہندو صاحب کا ایک عزیز کسی ناگہانی پیچ میں آکر قید ہو گیا اور اس کے ہمراہ ایک اور ہندو بھی قید ہوا اور ان دونوں کا چیف کورٹ میں اپیل گذرا۔ اس حیرانی اور سرگردانی کی حالت میں ایک دن اس آریہ صاحب نے مجھ سے یہ بات کہی کہ غیبی خبر اسے کہتے ہیں کہ آج کوئی یہ بتلا سکے کہ اس ہمارے مقدمہ کا انجام کیا ہے۔ تب میں نے جواب دیا کہ غیب تو خاصہ خدا کا ہے اور خدا کے پوشیدہ بھیدوں سے نہ کوئی نجومی واقف ہے نہ رمال نہ فال گیر اور کوئی مخلوق، ہاں خدا جو آسمان و زمین کی ہر ایک شدنی سے واقف ہے اپنے کامل اور مقدس رسولوں کو اپنے ارادہ اور اختیار سے بعض اسرار غیبیہ پر مطلع کرتا ہے اور نیز کبھی کبھی جب چاہتا ہے تو اپنے سچے رسول کے کامل تابعین پر جو اہل اسلام ہیں ان کی تابعداری کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ وہ اپنے رسول کے علوم کے وارث ہیں بعض اسرار پوشیدہ ان پر بھی کھولتا ہے تا ان کے صدق مذہب پر ایک نشان ہو۔ لیکن دوسری قومیں جو باطل پر ہیں جیسے ہندو اور ان کے پنڈت اور عیسائی اور ان کے پادری وہ سب ان کامل برکتوں سے بے نصیب ہیں۔

میرا یہ کہنا ہی تھا کہ وہ شخص اس بات پر اصراری ہو گیا کہ اگر اسلام کے متبعین کو دوسری قوموں پر ترجیح ہے تو اسی موقعہ پر اس ترجیح کو دکھلانا چاہئے۔ اس کے جواب میں ہر چند کہا گیا کہ اس میں خدا کا اختیار ہے انسان کا اس پر حکم نہیں۔ مگر اس آریہ نے اپنے انکار پر بہت اصرار کیا۔ غرض جب میں نے دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیش گوئیوں اور دین اسلام کی عظمتوں سے سخت منکر ہے۔ تب میرے دل میں خدا کی طرف سے بھی جوش ڈالا گیا کہ خدا اس کو اسی مقدمہ میں شرمندہ اور لاجواب کرے اور میں نے دعا کی کہ اے خداوند کریم تیرے نبی کریم کی عزت اور عظمت سے یہ شخص سخت منکر ہے اور تیرے نشانوں اور پیش گوئیوں سے جو تو نے اپنے رسولؐ پر ظاہر فرمائیں۔ سخت انکاری ہے اور اس مقدمہ کی آخری حقیقت کھلنے سے یہ لاجواب ہو سکتا ہے اور تو ہر بات پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور کوئی امر تیرے علم محیط سے مخفی نہیں۔ تب خدا نے جو اپنے سچے دین اسلام کا حامی ہے اور اپنے رسول کی عزت اور عظمت چاہتا ہے رات کے وقت رؤیا میں کل حقیقت مجھ پر کھول دی اور ظاہر کیا کہ تقدیر الٰہی میں یوں مقدر ہے کہ اس کی مثل چیف کورٹ سے عدالت ماتحت میں پھر واپس آئے گی اور پھر اس عدالت ماتحت میں نصف قید اس کی تخفیف ہو جائے گی مگر بری نہیں ہوگا۔ اور جو اس کا دوسرا رفیق ہے وہ پوری قید بھگت کر خلاصی پائے گا اور بری وہ بھی نہیں ہوگا۔ پس میں نے اس خواب سے بیدار ہو کر اپنے خداوند کریم کا شکر کیا جس نے مخالف کے سامنے مجھ کو مجبور ہونے نہ دیا اور اسی وقت میں نے یہ رؤیا ایک جماعت کثیر کو سنا دیا اور اس ہندو صاحب کو بھی اسی دن خبر کر دی۔" (براہین احمدیہ جلد سوم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۲۷۷،۲۷۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

اس نشان کے ضمن میں جن سطور کو جلی قلم سے لکھا گیا ہے یہ وہ دعا ہے جو اس واقعہ پر حضرت اقدس نے کی اور یہ دعا ظاہر کرتی ہے کہ آپ کے دل میں صداقت اسلام اور عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے کس قدر جوش تھا۔

اللہم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد و بارک و سلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے آپ کی دعاؤں کا ایک لمبا سلسلہ ہے اور وہ خواہ بذاتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہوں یا اسلام کے اقبال و جلال کے لئے وہ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کے لئے ہیں اور میں مختلف مقامات پر ان کا تذکرہ جدا جدا عنوانوں کے ماتحت کروں گا ان دعاؤں سے آپ کی سیرۃ پر جو روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قدر عشق و محبت تھی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی چنانچہ فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یہ واقعہ وقت واحد میں دو باتوں کو ثابت کرتا ہے اول یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا محض اس لئے کی کہ سائل کو عظمت اسلام سے انکار تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کا ثبوت دینا تھا دوسرے قبولیت دعا کا بھی یہ واقعہ ایک ثبوت ہے کہ ادھر آپ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ رؤیا صالحہ آپ پر پوری کیفیت واضح کر دی اگرچہ جیسا کہ واقعات سے پتہ لگتا ہے بعض شریروں نے اس نشان کو مشکوک کرنے کے لئے واقعات کو غلط رنگ میں شہرت دی مگر خدا تعالیٰ کی باتیں اٹل ہیں۔ آخر حقیقت کا اظہار ہو گیا اس حالت ہم و غم میں بھی خدا تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور قبولیت دعا میں جو بشارت دی گئی تھی اس کی صحت کا یقین دلایا اور عین حالت نماز میں الہاماً فرمایا "لاتخف انک انت الاعلیٰ" اور جیسا کہ آپ نے خدا تعالیٰ سے بشارت پاکر اعلان کیا تھا اسی طرح پر ظہور میں آیا۔ سچ ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے دعائیں

آپ کی زندگی کا سب سے عجیب اور بے نظیر وہ حصہ ہے جس میں آپ رات کی سنسان گھڑیوں اور دن کے اوقات میں اپنے ہر قسم کے مالوفات سے الگ ہو کر امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے اپنے دلی جوش سے دعائیں کرتے تھے یہ دعائیں کن الفاظ میں کی جاتی تھیں اور کتنی لمبی اور مسلسل ہوتی تھیں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا اتنا پتہ چلتا ہے کہ بدو شباب بلکہ اس سے بھی پہلے سے یہ جوش آپ کی فطرت میں رکھا گیا تھا جو دعاؤں کے ذریعہ ظاہر ہوتا تھا جیسا کہ میں پیچھے بھی بیان کر آیا ہوں اور آئندہ بھی غالباً کئی مرتبہ اس کا ذکر آئے۔ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:

"اکثر دلوں پر حب دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے خدا اس گرد کو اٹھا دے خدا اس ظلمت کو دور کرے دنیا بہت ہی بے وفا اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے مگر غفلت کی سخت تاریکیوں نے اکثر لوگوں کو اصلیت کے سمجھنے سے محروم رکھا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خداوند کریم سے یہی تمنا ہے کہ اپنے عاجز بندوں کی کامل طور پر دستگیری کرے اور جیسے انہوں نے اپنے گذشتہ زمانہ میں طرح طرح کے زخم اٹھائے ہیں ویسا ہی ان کو مرہم عطا فرمائے اور ان کو ذلیل اور رسوا کرے جنہوں نے نور کو تاریکی اور تاریکی کو نور سمجھ لیا ہے اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی اور نیز ان لوگوں کو بھی نادم اور منفعل کرے جنہوں نے حضرت احدیت کی توجہ کو جو عین اپنے وقت پر ہوئی غنیمت نہیں سمجھا اور اس کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ جاہلوں کی طرح شک میں پڑے سو اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں جو نور محمدی اس زمانہ کے اندھوں پر ظاہر ہو اور الٰہی طاقتیں اپنے عجائبات دکھلاویں۔" (مکتوبات احمدیہ جلد اول مکتوب نمبر ۴ بنام میر عباس علی صاحب محررہ ۹ فروری ۱۸۸۳ء)

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلَیْنَا بَرَکَاتِ مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

غرض یہ ایک غیر متناہی سلسلہ ہے جو قبل بعثت آپ اسی قسم کی دعاؤں میں مصروف تھے اور جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے یہی وہ دعائیں تھیں جنہوں نے عرش کو جنبش دی اور خدا تعالیٰ کی تجلی نے اس قلب احمد کو اپنا عرش بنایا اور ان دعاؤں کی قبولیت کے ثبوت میں بطور ایک آیت اللہ مامور و مبعوث فرمایا۔

آپ کی اس عہد کی زندگی میں آپ کا محبوب اور مرغوب مشغلہ یہی نظر آتا ہے کہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ اس کوفت اور کرب میں گذارتے ہیں جو امت محمدیہ کی اعتقادی اور عملی خرابیوں کو دیکھ کر ہوتا تھا اور ایک مضطرب قلب کو لے کر آپ اللہ تعالیٰ کے حضور گرتے ہیں اور اس کی استعانت طلب کرتے ہیں نہ صرف اندرونی حالت سے صدمہ ہوتا تھا بلکہ جب بیرونی حملوں کو دیکھتے تھے کہ مختلف مذاہب کی طرف سے اسلام کی تعلیم اور پاکوں کے سردار خیل انبیاء علیہم السلام کے امام آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی ذات پر جگر خراش اعتراض ہوتے ہیں تو آپ کا اضطراب اور بھی بڑھ جاتا تھا اور یہ ماحول آپ کے لئے دعاؤں کا محرک ہوتا تھا اس مقصد کے لئے آپ نے اس قدر دعائیں کی ہیں کہ بلا مبالغہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔

آپ کا ہر سانس ایک آہ بن کر نکلتا تھا اور وہ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف عظمت اسلام اور صداقت محمدیہ کے اظہار کے لئے ۔ ۔ ۔

مکرمہ ساجدہ حمید صاحبہ کا ذکر خیر

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

اس دفعہ میں نے عزیزم ڈاکٹر حمید احمد خان کو ساجدہ حمید کی عیادت کے لئے فون کیا تو حمید نے بتایا کہ وہ اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کچھ دیر تو میں سکتے میں رہا۔ ہارٹلے پول میں حمید اور ساجدہ کا گھر آنکھوں کے سامنے پھرتا رہا۔ جب میں نے دیکھا کہ اداسی نے اس خوبصورت گھر کو ڈھانپ لیا ہے تو میری آنکھیں بھی بھر آئیں۔ ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسدؔ، مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے۔

عزیزی ڈاکٹر حمید احمد خان سے میرے بہت سے رشتے ہیں۔ وہ میرے شاگرد بھی ہیں، دوست بھی ہیں اور نہایت عزیز دوست کے بھائی بھی ہیں مگر عزیزہ ساجدہ مرحومہ سے صرف ایک ہی رشتہ تھا اور اس رشتہ کے ناتے سے بات آگے بڑھا رہا ہوں۔

ساجدہ مرحومہ کی بیماری کے دوران اور پھر ان کی رحلت کے بعد جو اعلان چھپے یا ہوئے ان میں صرف اس بات کا ذکر نمایاں رہا کہ وہ محترم بریگیڈئر وقیع الزمان صاحب کی صاحبزادی ہیں مگر کسی نے ان کے نانا کا ذکر نہ کیا اور عزیزہ ساجدہ کے نانا کوئی ایسے نامعروف آدمی بھی نہ تھے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید خادم تھے۔ حضرت مولانا عبدالمغنی خان ؓ۔ مولانا عبدالمغنی خان جہانتک میرا علم ہے سلسلہ کے انتظامی حلقوں میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ غالباً ناظر دعوت و تبلیغ بھی تھے یا اسی قسم کی کسی اہم ذمہ داری پر مدتوں فائز رہے تھے۔ ہم نے انہیں ان کے آخری زمانہ میں دیکھا اب تک ان کی شکل آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے۔ نہایت بھولے بھالے، مخلص، سنجیدہ، ٹھہر ٹھہر کر، سمجھا سمجھا کر بات کرنے والے، تحریک جدید کے کوارٹروں میں ہمارے خسر مولانا جلیل صاحب کے کوارٹر کے قریب ان کا قیام تھا۔ بی جان یعنی ان کی بیگم تو ابھی کچھ برس پہلے تک زندہ تھیں۔ ہم اپنے دوست عبدالمنان مغنی کے تعلق میں ان کے گھر جایا کرتے تھے اور بی جان کی باتیں سنا کرتے تھے۔ ان کی زبان کا اور ہی چٹخارہ تھا۔ حضرت مولانا کی کوئی بات یاد نہیں مگر بی جان مرحومہ کی بہت سی باتیں اب تک یاد ہیں۔ ہمیں یاد ہے کہ منان نے اپنی پہلوٹھی کی بیٹی "آتو" کی مووی بنائی۔ مووی میں بچہ ہاتھ پاؤں مارتا نظر آیا تو بی جان بے قرار ہو گئیں۔ ارے دیکھو آتو کلبلا رہی ہے! ہمیں آتو کا کلبلانا اب بھی یاد آتا ہے۔ آتو اپنا پہلا بچہ لے کر پہلی بار ہمارے گھر آئیں تو میں نے کہا "بیٹی! یہ تمہارا بیٹا کلبلاتا ہے کہ نہیں؟"

بات ساجدہ سے چلی آتو تک چلی گئی۔ ساجدہ، حضرت مولانا عبدالمغنی خان صاحب کی نواسی تھیں۔ مولانا کی شاید ایک ہی بیٹی تھیں جو وقیع الزمان صاحب سے بیاہی گئیں۔ وقیع الزمان اس زمانہ میں شاید رینکر تھے مگر وہ بے چاری ایک بیٹی چھوڑ کر اس جہان سے گزر گئیں۔ بھائی وقیع نے اس بیٹی کو جی جان سے پالا۔ ہم نے بہت بچپن میں ساجدہ کو دیکھا تھا۔ مگر منان سے دوستی تو منان کے بڑے بھائی کی اچانک وفات کے بعد شروع ہوئی۔ منان کے بڑے بھائی (غالباً عبدالشکور نام تھا) جوانی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ یہ ہمیں یاد نہیں کہ حضرت مولانا عبدالمغنی صاحب کی زندگی میں یا ان کی وفات کے بعد۔ مگر ہم اس موقعہ پر ان کے ہاں تعزیت کے لئے ضرور گئے تھے۔ ہمیں یاد ہے کہ بھائی وقیع اور عزیزہ ساجدہ کے تذکرے ہر جگہ ہوتے تھے کہ کس طرح باپ اپنی بیٹی کی دیکھ ریکھ کرتا اور اس کا خیال رکھتا اور جی جان سے عزیز رکھتا ہے!

بعد کو بھائی وقیع کی شادی، صاحبزادی امتہ المجید بیگم بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ؓ سے ہوئی تو ہم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ صاحبزادی صاحبہ نے بھی ساجدہ کو اپنی بیٹی کی طرح ہی سمجھا اور اس کو کسی قسم کی محرومی کا احساس نہ ہونے دیا۔ اس کی گواہی ہمیں ایک ایسے گھرانے سے ملی جس کے بارہ میں آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ ہمارے دوست پروفیسر نبوت یار خان، نامور نقاد ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ان کی شادی کوئٹہ میں کسی خاتون سے ہوئی۔ وہ خاتون ساجدہ مرحومہ کی سہیلی تھیں۔ ہم ایک بار نبوت یار کے ہاں بیٹھے تھے۔ بھابھی نے اچانک ہم سے سوال کیا کہ کوئٹہ میں میری ایک نہایت عزیز سہیلی ہوتی تھی ساجدہ! اس کے ابا بریگیڈئر وقیع الزماں ......۔ ہم نے کہا ہاں ہم ساجدہ کو جانتے ہیں اب وہ نہایت عزیز دوست اور شاگرد کی بیوی ہے اور انگلستان میں کہیں ہوتی ہے۔ تب بھابھی نے بتایا کہ بریگیڈئر صاحب کی بیگم ساجدہ کو بہت ہی عزیز رکھتی تھیں اور اس کے ساتھ ان کا سلوک مثالی تھا اور اب ظاہر ہے صاحبزادی امتہ المجید بیگم کو بھی عزیزہ ساجدہ کی رحلت کا اتنا ہی دکھ ہوا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ آمین

۱۹۹۰ء میں ہم دو دن کے لئے ہارٹلے پول گئے اور حمید اور ساجدہ کے مہمان رہے۔ حمید سے تو کچھ رشتے تھے ساجدہ نے صرف ہماری بیگم کے ناتے سے ہمارا نام سن رکھا تھا مگر سبحان اللہ اس اللہ کی بندی نے مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ہمارے پرہیز کے مطابق کھانے تیار کئے، وقت پر کھانا، چائے، ناشتہ تیار کر کے آواز دیتیں کہ آیئے کھانا تیار ہے۔ ہم دراصل دل کے معائنہ کے لئے حمید کے پاس گئے تھے کیونکہ پروفیسر نصیر احمد خان مرحوم سے اپنے چھوٹے بھائی کی حذاقت کے قصے سن چکے تھے۔ مگر ہارٹلے پول پہنچ کر حمید نے بتایا کہ وہ دل کے امراض کا علاج کرنا ترک کر چکے ہیں اب تمام بیماریوں پر "ہاتھ صاف" کرنے لگے ہیں۔ ہم نے کہا چلئے مرنا ہی ٹھہرا ہے تو کیوں نہ اپنے شاگرد کے ہاتھوں یہ شرف حاصل کریں۔ مگر حمید نے ہمیں تسلی دی، ہسپتال لے گئے۔ کہنے لگے پہلے ساجدہ کی لجنہ اماء اللہ سے ملیں۔ ایک احمدی نرس سے ملاقات کروائی۔ وہ ای۔ سی۔ جی۔ کی ماہر تھیں۔ انہوں نے ہی ای۔ سی۔ جی۔ کیا۔ حمید نے ای۔ سی۔ جی۔ کرانے کے بعد کچھ مشورے دئے اور دوائیں بھی اپنے پلے سے خرید کر دیں۔ ان کا خیال تھا کہ "ہمارے دل پر بوجھ بہت ہے"۔ ہم نے کہا "بھلے آدمی ہر شاعر کے دل پر بوجھ ہوتا ہے"۔ بات مذاق میں ٹلتی رہی۔ لندن کے قیام کے دوران ہم حضرت صاحب کے بارے میں این آدمسن کی کتاب کا اردو میں ترجمہ کر رہے تھے۔ ہارٹلے پول میں بھی جب حمید اپنے کلینک چلے جاتے ہم اسی ترجمہ میں مصروف رہتے کیونکہ انگلستان چھوڑنے سے قبل ہم اردو ترجمہ کا تحفہ حضور کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ساجدہ نے ایک دو بار کہا بھی کہ "یہ کہتے ہیں آپ کے دل پر بوجھ ہے آپ زیادہ کام نہ کریں!" بہرحال اس بوجھ نے سویڈن آ کر رنگ دکھایا اور اب بوجھ تو نہ معلوم اترا یا نہیں دل کی مرمت

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

Kenssy
Fried
Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

خطبہ جمعہ

جس قوم کا ہر قطرہ یعنی ہر ذرہ، ہر جزو خدا کی عبادت سے سرشار ہو اس کی اجتماعی شان بہت بلند ہو جاتی ہے اور اس کی دعاؤں کی قبولیت کا مرتبہ بہت اونچا ہو جاتا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۹۴ء مطابق ۳۰ فتح ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

آج کے خطبے کا موضوع تو اور ہے لیکن اس وقت پہلے مجھے ایک چھوٹی سے غلطی کی درستی کروانا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نصیحت کا ذکر میں نے ان الفاظ میں کیا تھا "سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل کرو" تو ایک دوست نے توجہ دلائی ہے کہ اصل الفاظ میں جھوٹوں کی طرح نہیں بلکہ "جھوٹے کی طرح" ہے۔ اس لئے جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں وہ من و عن اسی طرح بیان ہونے چاہئیں تحریر میں تو چونکہ چھپے ہوئے ہیں اس لئے کسی مستقل غلطی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر بعض لوگ تحریریں نہیں پڑھتے ان کی اطلاع کے لئے میں بتا رہا ہوں کہ لفظ "جھوٹوں" نہیں بلکہ "جھوٹے کی طرح" ہے پس "سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو"۔

اب ہم سال کے آخری لحات میں داخل ہو رہے ہیں، ہو چکے ہیں بلکہ ۱۹۹۴ء کا سال قریب الاختتام ہے، ایک دن بیچ میں رہ گیا ہے اور پرسوں سے انشاء اللہ نئے سال کا آغاز ہو گا۔ جب سال ختم ہو رہا ہو اور نیا سال چڑھ رہا ہو تو طبعاً دنیا میں اس جوڑ کو خاص طریق پر منایا جاتا ہے اور بغیر محسوس کئے اس وقت کو گزرنے نہیں دیا جاتا۔ مختلف رنگ میں لوگ اپنے رد عمل دکھاتے ہیں بعض لوگ تیاریاں کر رہے ہیں کہ جب اگلے سال کا دن چڑھے گا اس جوڑ کے وقت پھر وہ کثرت سے شراب نوشی کریں گے، عیش و عشرت کے تمام سامان جو پہلے سے مہیا کئے جاتے ہیں ان سے وہ محظوظ ہوں گے اور لذت یاب ہونگے اور بہت سی ایسی بے حیائیاں اس وقت سے وابستہ ہو جاتی ہیں جو عام حالات میں ایک آزاد قوم بھی نہیں کرتی۔ پس ایک یہ بھی رد عمل ہے۔ ایک عمومی ہر طرف یہ رد عمل دکھائی دیتا ہے کہ اخبارات میں اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سال کے اہم واقعات، کامیابیاں بھی اور ناکامیاں بھی دکھائی جاتی ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ یہ سال سیاسی لحاظ سے کیسا گزرا۔ فلاں لحاظ سے، اقتصادی لحاظ سے کیسا گزرا، کون سے اہم واقعات ہیں جو قابل ذکر ہیں۔

ایک اور رد عمل جو ہونا چاہئے بعضوں میں ہوتا ہے مگر اکثر میں نہیں وہ انفرادی جائزہ ہے۔ اور یہ رد عمل سب سے زیادہ اہم ہے اور معنی خیز ہے جہاں تک سال کے آکر گزر جانے کا تعلق ہے یہ تو ایک وقت کا بہتا ہوا دریا ہے۔ اس میں جہاں بھی آپ لکیر کھینچیں اسے اہم لمحہ قرار دے سکتے ہیں مگر جو بہتے ہوئے دریا ہوتے ہیں ان کے درمیان در حقیقت جوڑ تصوراتی ہی ہیں اور محض مبارکباد دے دینا کہ پہلا سال گزر گیا، نیا سال چڑھا ایک فرضی سی بات ہے جس میں کوئی گہری حقیقت نہیں ہے، کوئی عقل کی بات ایسی نہیں کہ جس کے متعلق جماعت کو مشورہ دیا جائے کہ سب مبارکبادیں دو۔ مبارکباد دل سے نکل آتی ہے تو نکلنے دو بے شک کوئی حرج نہیں مگر وہ مقصد کو پورا کرنے والی نہیں۔ مقصد کو پورا کرنے والی بات یہ ہے کہ اس سال کا جائزہ ہر فرد اپنی انفرادی حیثیت سے، اپنی صورتحال، اپنے دل کی کیفیات پر غور کرتے ہوئے معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کون سے ایسے عظیم انقلابی لحات تھے، نیکی کے مواقع تھے جن کو وہ استعمال کرتے ہوئے اپنی روحانی کیفیت تبدیل کر سکتا تھا اور رستے بدل کر بہتر رستوں پر گامزن ہو سکتا تھا اور کون سے ایسے مواقع تھے جو اس کے لئے نیکیوں کو گنوانے والے تھے اور واضح طور پر بدیوں میں مبتلا کرنے والے تھے جس آواز کو اسے رد کرنا چاہئے تھا اس آواز کو رد نہ کر سکا اور ان غلط رستوں پر گامزن ہو گیا۔ یہ جو واقعات ہیں یہ تو روزمرہ ہر انسان کی زندگی میں صبح سے شام تک ہوتے ہی رہتے ہیں مگر بعض واقعات نمایاں ہو کر گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں اور بعض دفعہ زندگی کا رخ تبدیل کر دیتے ہیں۔

یہ ایسی بحث نہیں ہے جسے قومی اور اجتماعی طور پر اٹھایا جائے اور عامۃ الناس میں زیر بحث لایا جائے لیکن میرے نزدیک سب سے اہم رد عمل یہی ہے جو انسان کو وقت کے ایک حصے کے گزرنے کے بعد دوسرے حصے کے آغاز کے جوڑ پر دکھانا چاہئے اور یہ ایک انسانی زندگی میں اچھی مفید روایت پیدا کرنے والی بات ہوگی یعنی اسے اگر مستقل اختیار کر لیا جائے تو ایک اچھی روایت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی میری امت میں اچھی روایات قائم کرے گا ان پر عمل کرنے والا اور ان روایات سے فائدہ اٹھا کر آگے بات پہنچانے والا جب تک بھی ان روایات پر عمل ہوتا رہے گا اس وقت تک اس روایت کو جاری کرنے والے کو ان سب کا ثواب پہنچے گا جو اس نیک روایت سے استفادہ کرتے ہوئے پھر اسے آگے بڑھاتے ہیں۔

پس یہ ایک ایسی روایت ہے میں سمجھتا ہوں جسے اگر ہم اپنی جماعت میں جاری کریں تو محض سرسری مبارکبادوں سے اور جیسا کہ ہمارے ہاں مختلف رواج ہیں، پیدائش ہوئی ہے تو بر تھ ڈے پہ مبارک باد دی، کہیں وہ پارٹیاں منائی جاتی ہیں، کارڈ وغیرہ بھیجے جاتے ہیں ان کے مقابل پر یہ روایت دو طرح سے منائی جا سکتی ہے جو میں تجویز کر رہا ہوں۔ اول یہ کہ جب سب دنیا پر ایک سال غروب ہوتا ہے اور ایک اور سال طلوع ہوتا ہے اس وقت اپنے نفس کا انسان جائزہ لے اپنے ماضی پر نگاہ رکھ کر اپنے اس سال کے ماضی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے، کچھ فیصلے کرے کہ آئندہ جب اس قسم کے امتحان درپیش ہونگے تو یہ غلطیاں میں نہیں کروں گا اور روحانی طور پر جو اس نے کوشش کی اور جدوجہد کی اس جدوجہد پر بھی نظر ڈالے اور اس کے ماحصل کو بھی دیکھے۔ مثلاً دعوت الی اللہ پہ زور ہے تو ہر آدمی اپنے نفس پہ غور کر سکتا ہے کہ میں نے انفرادی طور پر اس میں کیا حصہ لیا ہے کیا دوسروں کی کوششوں کا پھل دیکھ کر ہی لذت محسوس کر رہا ہوں یا خود مجھے بھی کچھ توفیق ملی ہے خدا نے مجھے بھی کوئی روحانی اولاد عطا کی ہے۔ یہ سوچ گہری ہونی چاہئے معنی خیز ہونی چاہئے اور پھر اس کے ساتھ ہی اس سوچ کا ایک اور سلسلہ جاری ہونا چاہئے کہ میں آئندہ سال کیا ایسا پروگرام بناؤں کہ سال کے بعد پھر کہیں دوبارہ یہ پچھتانا نہ ہو۔

جیسا کہ بعض شعراء نے اس قسم کے مضمون کو اپنے شعروں میں بڑی عمدگی سے باندھا ہے۔ مثلاً بعض اشعار میں یہ ملتا ہے، ؎ اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے۔ اور اس مصرع کی تکرار ہوتی ہے کہ بعض دفعہ بہار آنے سے پہلے تمنا ہوتی تھی کہ بہار میں یہ ہو گا اور وہ ہو گا مگر نہ یہ ہوا نہ وہ ہوا اور بہار کے آخر پر انسان مڑ کے دیکھتا ہے تو حسرت سے کہتا ہے کہ اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی انسانی زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نصیحت فرمائی ہے کہ اے غافل! تو اپنی عمر پر نگاہ ڈال کر غور کر، یہ نہ ہو کہ خدمت قرآن سے عاری ہی اس دنیا سے سفر کر رہا ہو اور یہ احساس بہت دیر میں پیدا ہو کہ میں پیدا ہوا، بڑا ہوا، اللہ تعالیٰ کے احسانات سے فائدے اٹھائے اچھی زندگی گزر گئی مگر خدمت قرآن کی توفیق نہ ملی۔

ہر شخص کی سوچ کے مطابق ان زندگی کے جوڑوں پر جہاں ایک دور دوسرے دور میں داخل ہو رہا ہوتا ہے انسان کو مختلف قسم کے خیالات آتے ہیں، مختلف قسم کے تصور اس کے دل سے ابھرتے ہیں اور سب سے اچھا وہی تصور ہے جو خدا کی طرف مائل کرنے والا ہو، جو نیکیوں کی طرف توجہ دلانے والا ہو، آئندہ سال اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ممد اور معاون ثابت ہو۔ پس اس پہلو سے میں اگرچہ عام دنیا کے دستور کے مطابق بھی سب عالمگیر جماعت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ آپ سب کے لئے یہ نیا سال مبارک فرمائے لیکن خصوصیت کے ساتھ اس نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرتا ہوں کہ ابھی جو وقت باقی ہے اس میں اپنے نفس کا جائزہ لیتے ہوئے، غور و فکر کرتے ہوئے ایسی باتیں اس رنگ میں سوچیں کہ آپ کے دل میں آئندہ کے لئے بہتر زندگی گزارنے کی تحریک پیدا ہو اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ جو اپنے نفس کا جائزہ ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ

جماعت کے اندر بہت سی پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا موجب بنے گا۔

ہر شخص کا اس میں شامل ہونا ضروری ہے ورنہ جماعتی نصیحتیں جب کی جاتی ہیں کہ فلاں کام کرو تو ساری جماعت من حیث الجماعت اپنے آپ کو ایک وجود سمجھتی ہے اس کا ایک اچھا پہلو بھی ہے۔ آپس کے تعلق ایسے ہوتے ہیں جیسے ایک بدن کے اعضاء کے ہوں۔ لیکن اس کا ایک منفی پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ باقیوں نے جب کر لیا ہے تو پھر مجھے کیا ضرورت ہے جماعت من حیث الجماعت یہ کام کر ہی رہی ہے ہم نے آواز پر لبیک کہہ دی اور اچھے نتائج پیدا کر لئے۔ یہ سوچ ایک اچھی بات کا منفی پہلو ہے۔ یعنی ساری جماعت کا یہ احساس کہ ہم ایک ہی بدن کے مختلف حصے ہیں اور ایک کی خوشی دوسرے عضو تک منتقل ہونا اس بدن کی زندگی کی علامت ہے اسی طرح ایک کا غم دوسرے عضو بدن تک منتقل ہونا بھی اس کی زندگی کی ہی علامت ہے مگر یہ سوچ اگر باشعور ہو اور تقویٰ کے ساتھ ہو تو ہمیشہ فائدہ پہنچاتی ہے۔ ہر عضو بدن کو یہ احساس ہو گا کہ میرے بدن نے جو کچھ حاصل کیا میرا اس میں کیا حصہ تھا، میں کیوں نہ اپنا حصہ ڈالوں اور یہ سوچ منفی نتیجے بھی پیدا کر سکتی ہے۔

ہر شخص کی سوچ کے مطابق ان زندگی کے جوڑوں پر جہاں ایک دور دوسرے دور میں داخل ہو رہا ہوتا ہے۔ انسان کو مختلف قسم کے خیالات آتے ہیں، مختلف قسم کے تصور اس کے دل سے ابھرتے ہیں اور سب سے اچھا وہی تصور ہے جو خدا کی طرف مائل کرنے والا ہو، جو نیکیوں کی طرف توجہ دلانے والا ہو

جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے یہ اعلان کیا کہ جو بہت بڑا اور خوبصورت تالاب میں نے بنوایا ہے اس کا افتتاح ایسے ہو گا کہ ہر شخص دودھ کا ایک لوٹا بھر کے یا کوئی ایک برتن بھر کے وہ اس میں ڈالے اور حساب دان بتا رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں اتنا دودھ ہے کہ اس دن اگر لوگ ایک ایک برتن جو پیمانہ اس نے بیان کیا وہ خود استعمال کرنے کی بجائے اس تالاب میں ڈال دیں گے تو دنیا میں پہلی مرتبہ ایک ایسے تالاب کا افتتاح ہو گا جو دودھ سے بھرا ہوا ہو اور جنت کی یاد دلاتا ہو، بڑا خوبصورت خیال تھا، اور اعلان ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہر طرف تیاریاں ہو رہی ہیں لیکن ہوا یہ کہ ہر شخص نے یہی سمجھا کہ ہم بھی تو قوم کا حصہ ہی ہیں سب قوم جب لوٹے ڈالے گی تو اس کی خوشی میں ہم بھی شامل ہونگے لیکن کیا ضرور ہے کہ ہم بھی لوٹا لے کر جائیں۔ چنانچہ کوئی بھی نہیں گیا اور ہر ایک یہ سمجھتا رہا کہ دوسرے کی خوشیوں میں ہم شامل ہو جائیں گے اور وہ فخر جو ساری قوم کو حاصل ہو گا آخر ہم بھی تو اس کا حصہ ہیں اور اس کا افتتاح ایسے ہوا کہ خالی تالاب تھا نہ پانی کا قطرہ نہ دودھ کا قطرہ۔ تو سوچیں ایک ہی طرح کی ہوں مگر ذرا سی کروٹ بدلیں تو اچھی سوچیں بری سوچوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں، اچھے نتائج کی بجائے مضحکہ خیز نتائج ہاتھ آتے ہیں تو اس پہلو سے بعض ایسی سوچیں ہیں جن کا ہر فرد کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور اجتماعی نیکیوں میں یہ بہت ہی اہم معاملہ ہے ہر فرد کو اپنا حصہ ضرور ڈالنا ہے اور اس پہلو سے آپ سوچیں کہ آپ نے اس سال میں اپنا حصہ کیا ڈالا تھا۔ کسی پہلو سے آپ کو خوشخبری ملے گی، آپ کہیں گے ہاں الحمد للہ پہلے مجھے مالی قربانی کی توفیقیں ملا کرتی تھیں اب یہ مل گئی کسی اور پہلو سے بھی آپ کو خوشخبری مل سکتی ہے کہ میں پہلے نمازیں کم پڑھتا تھا اب میں پڑھنے لگ گیا ہوں۔ چنانچہ اس خوشی میں وقتاً فوقتاً لوگ مجھے بھی شامل کرتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب نے لکھا کہ پہلے میں نماز سے غافل تھا آپ کا فلاں خطبہ دہرایا جا رہا تھا وہ سنا اور اس کے بعد میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت نماز شروع کر دی ہے اور اس کے بعد نماز چھوڑنے کا کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ تو اس خوشی میں مجھے بھی شامل کرتے ہیں۔ مگر ہر فرد کا کام ہے کہ عبادت میں شامل ہو پھر اجتماعی طور پر قوم عبادت کرنے والوں کی ایک جماعت بن جاتی ہے۔ جس قوم کا ہر قطرہ یعنی ہر ذرہ، ہر جزو، خدا کی عبادت سے سرشار ہو، اس کی اجتماعی شان بہت بلند ہو جاتی ہے اور اس کی دعاؤں کی قبولیت کا مرتبہ بھی بہت اونچا ہو جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے جب میں یہ کہہ رہا ہوں تو یہ مراد نہیں کہ ساری جماعتیں سوچیں کہ اس دفعہ ہم نے وقف جدید کا چندہ کتنا دیا تھا، تحریک جدید کا چندہ کتنا دیا تھا، دیا تو تھا مگر سب نے تو ویسا نہیں دیا بعضوں نے کم دیا مگر بڑی قربانی کے ساتھ دیا۔ بعضوں نے زیادہ دیا مگر کم قربانی کے ساتھ دیا۔ اس لئے یہ اجتماعی سوچ کا محل ہی نہیں ہے کہ اجتماعی طور پر غور ہو سکے یہ انفرادی سوچ کا محل ہے، انفرادی سوچ کی باتیں ہیں۔ ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ اپنا جائزہ لے اور پھر خود ہی نتائج اخذ کرے کسی اور کو نہ بتائے اگر کمزوریاں ہیں تو اپنے تک محدود رکھے اللہ تعالیٰ سے پردہ پوشی چاہے اور خدا کے حضور ہی اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے پردہ پوشی کی بھی دعا کرے اور آئندہ ان بدیوں سے بچنے کے لئے بھی توفیق مانگے۔

پس یہ جو لمحات ہیں سال کے آخر کے، یہ انہی سوچوں میں صرف ہونے چاہئیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر واقعۃً ہر فرد جماعت ان اہم پہلوؤں سے جن میں سے چند کی میں نے نشان دہی کی ہے اپنا جائزہ لے گا تو آئندہ سال کے لئے جماعت کو بہت سے ایسے کارکن مہیا ہو جائیں گے جو پہلے مہیا نہیں تھے۔

اب تبلیغ کا معاملہ ہے میں نے بارہا توجہ دلائی ہے کہ ابھی تک بھی میرے نزدیک جماعت کی اکثریت ایسی ہے جو داعی الی اللہ نہیں بن سکی، ابھی تمنائیں دلوں میں کروٹ لے رہی ہیں اور زمین تیار ضرور ہو رہی ہے وہ نظر آ رہا ہے لیکن ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ وہ کہہ سکیں کہ ہاں ہم نے بھی حصہ ڈال دیا۔ پس ان باتوں کو بار بار یاد کرانے کے نتیجے میں جو انسان کا شعور بیدار ہوتا ہے اور خود اپنی نگرانی کرتا ہے اور اس کے اندر سے ایک نصیحت کرنے والا میسر آ جاتا ہے وہ پھر نصیحت ضرور فائدہ پہنچاتی ہے۔

میں نے بارہا اس مضمون پر غور کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو اللہ نے فرمایا "فذکر ان نفعت الذکری" کہ نصیحت کر نصیحت ضرور فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں مجھے ہر دفعہ دکھائی دیں اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے یہ مضمون سمجھ آتا ہے ورنہ نہیں آتا۔ ایک اور حکمت جو مجھے اس میں دکھائی دی جس کا پہلے میں ذکر نہیں کر سکا وہ یہ ہے کہ وہ ناصح جس کی نصیحت پہلے اس پر کارگر ہو اس کی نصیحت دوسروں پر ضرور کارگر ہوتی ہے وہ ایک عالم باعمل بن جاتا ہے جو بات کہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو کرتا ہے اس کی باتوں میں ایک عظیم طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے جو وعدہ ہے وہ ہر اس شخص کی ذات میں پورا نہیں ہو گا جو ان صفات میں جو ایسی نصیحت کے لئے ضروری ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کی پیروی نہیں کر رہا۔ پس ادنیٰ سوچ کے ساتھ، ایک سرسری فکر کے ساتھ جب آپ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو بعض دفعہ، بسا اوقات دل میں اعتراض اٹھتے ہیں کہ یہ اللہ نے کیا کہہ دیا ہے، "فذکر ان نفعت الذکریٰ" ہم تو نصیحتیں کرتے ہیں ہمارے بچوں پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ تو یہ کیا قانون ہے کہ نصیحت کر، ضرور اثر ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت ضرور اثر کرتی تھی اب یہ الگ مسئلہ ہے کہ بعض دفعہ وہ نصیحت کا اثر فوراً دکھائی دینے لگتا ہے بعض دفعہ وہ دلوں میں کچھ تحریکات پیدا کر دیتا ہے جن کے پوری طرح پنپنے اور اپنے اندرونی لحاظ سے پختگی حاصل کرنے میں ایک وقت لگتا ہے لیکن کچھ استثناء بھی ہیں۔ ان استثناءات کا بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما دیا ہے اور وہ یہ ہیں "... سواء علیهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون ○ ختم اللہ علیٰ قلوبهم وعلیٰ سمعهم وعلیٰ ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم" کہ اے محمدؐ! تیری نصیحت اثر تو کرتی ہے اور ضرور کرے گی مگر ان دلوں پر کرے گی جن پر ابھی تالے نہیں پڑے ان دلوں پر پڑے گی جن پر اللہ کی مہر نہیں لگی۔ ان پر نصیحت اثر کرے گی جو یہ فیصلہ نہیں کر چکے کہ "سواء علیهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا یومنون" کہ فیصلہ ہے ہم نے ایمان نہیں لانا۔ ان لوگوں کے لئے تیری نصیحت برابر ہے جنہوں نے ایمان لانا ہی نہیں ان کو چاہے سنائے چاہے نہ سنائے ان کے لئے برابر ہے تو یہ استثناءات بھی ہیں مگر ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے۔ ان استثناءات کو چھوڑ کر یہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تذکیر ہی تھی آپ کا ذکر کرنا ہی تھا اور آپ کا نصیحت کرنا تھا جس نے دیکھتے دیکھتے عرب کی کایا پلٹ دی، ایک عظیم روحانی انقلاب برپا ہوا۔ پس اس پہلو سے ہمیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت کے انداز سیکھنے چاہئیں اور آج کی اس گھڑی میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحت میں جو طاقت پیدا ہوئی ہے میں نے غور سے یہ مضمون بھی سیکھا ہے کہ اس لئے تھی کہ آپ سب سے پہلے اپنے مذکر تھے اور اپنے نفس پر آپ کی نصیحت کو پورا غلبہ حاصل تھا۔ ایک ایسا قوی غلبہ تھا کہ نفس کی مجال نہیں تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اندرونی نصیحت کے خلاف ایک ادنیٰ سی سوچ بھی کر سکے۔ جب یہ طاقت انسان کو نصیب ہو جاتی ہے تو غیروں پر بھی طاقت عطا ہوتی ہے۔ یہ محض کوئی فرضی بات نہیں ہے۔ نفسیاتی لحاظ سے ایک طے شدہ، ثابت شدہ حقیقت ہے۔ وہ

اکمل
کی مٹھائی ہو تو
بات کچھ اور ہے
ASC 1974
AKMAL SWEET CENTER & FAST FOOD
ELBESTR. 22 · TEL. (0 69) 23 31 80 / 23 48 47
60329 FRANKFURT AM MAIN

لوگ جو مسمریزم سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جو علم طب میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ اگر مطالعہ کریں یا ان کو اچھا استاد میسر آئے تو وہ لازماً ان کو یہ بتائے گا کہ پہلے اپنی Will کو، اپنے فیصلے کی طاقت کو اپنے نفس پر جاری کرنے کی کوشش کرو اور اس کی ورزش کرو ذہنی طور پر۔ اگر نہیں کرو گے تو تمہیں غیروں کے دماغ پر اثر انداز ہونے کی کوئی طاقت نہیں ملے گی اور اسی طرح Will Power کو تقویت دی جاتی ہے۔ اس کے بغیر آپ گھر بیٹھے جو مرضی کریں اور آپ کا نفس آپ کی بات ماننے ہی نہیں بلکہ آپ اس کے زیر نگیں چلتے رہیں اور پھر سوچیں کہ میں سوچوں گا فلاں آدمی یوں کرے تو یوں کرنے لگ جائے گا یہ محض احمق کی خواب ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

اپنے نفس کا جائزہ لیتے ہوئے، غور و فکر کرتے ہوئے ایسی باتیں اس رنگ میں سوچیں کہ آپ کے دل میں آئندہ کے لئے بہتر زندگی گزارنے کی تحریک پیدا ہو اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ جو اپنے نفس کا جائزہ ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے اندر بہت سی پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا موجب ہو گا

پس "فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى" میں جس ناصح کا ذکر ہے وہ ہر شخص کے اندر موجود ہے اور میں اس ناصح کو مخاطب ہوں۔ ہر احمدی کے اس ناصح کو مخاطب ہوں جس سے نصیحت کے سفر کا آغاز ہونا ہے۔ پس نئے سال کے سفر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے اس ناصح کو بیدار کریں اور اگر ہر آدمی کرے تو اس کو غیر معمولی طاقتیں عطا ہونگی۔ یہ میں جانتا ہوں خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کو اسی طرح بنایا ہے اور خدا تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ جہاں قرآن کریم نے انسان کے اللہ کی فطرت پر پیدا ہونے کا ذکر فرمایا ساتھ ہی یہ فرما دیا ہے کہ "لا تبدیل لخلق اللہ" اللہ نے جو کچھ کر دیا ہے اس میں تم کبھی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ پس اس بنیادی اصول کو اپنے پلے باندھ لیں کہ پہلے آپ نے اپنے نفس کی تسخیر کرنی ہے، اپنے نفس کے اندر موجود ناصح کو جگانا ہے، اس کو اپنے نفس پر غلبہ عطا کرنا ہے اور جب اس کو آپ یہ سکھا دیں اور یہ توفیق مل جائے جو دعاؤں کی مدد کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی تو پھر اللہ کے فضل کے ساتھ آپ کے اندر سے ایک ایسی قوی شخصیت بیدار ہوگی کہ اسے لازماً ماحول پہ غالب آنا ہے اور اس ایک نصیحت پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں جو قرآن سے ہم نے سیکھی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات میں اس نے عظیم جلوہ دکھایا ہے ہم اس جلوہ محمدؐ کو سب دنیا پہ عام کر سکتے ہیں۔ جب ہم دعائیں کرتے ہیں اے اللہ محمدؐ رسول اللہ کا جلوہ عام کر تو وہاں بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ اس جلوہ کو عام کرنے میں ہم نے اپنے نفس کے کون سے حصے کو چمکایا ہے کہ وہ شیشے کی طرح جلوہ محمدؐ مصطفیٰ کو، کوئی لشکارا، کوئی چمک دنیا کو دکھاوے۔ جب تک رخ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف رہے گا آپ کے دل میں وہ شفاف آئینہ ہو گا جو اس چمک کو لیتا ہے ایک زاویے سے دوسروں پر بھی وہ روشنی ڈالتا ہے اس وقت تک آپ کی یہ دعا درست، آپ کی یہ تمنائیں اچھی کہ اے اللہ! محمدؐ رسول اللہ کا جلوہ سب دنیا کو دکھا دے۔ اگر یہ نہیں اور اس کے لئے باشعور کوشش بھی نہیں ہے تو فرضی باتیں ہیں، ان فرضی باتوں میں تو ساری دنیا مبتلا ہے۔

عالم اسلام دیکھیں کس امید پر بیٹھا ہوا ہے محض ان فرضی خیالوں میں کہ اسلام نے ضرور غالب آ جانا ہے۔ غالب آنے سے پہلے اسلام جو ان سے قربانی چاہتا ہے جو ان سے تبدیلیاں چاہتا ہے ان کی طرف کسی کو کوئی خیال نہیں آپ ہی آپ غالب آ جائے سال کے بعد سال گزر جاتا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ احمدی سال اس طرح نہ گزریں۔ ہر سال چند ایسے لمحات میں سے گزر کر آگے سفر شروع کرے جو اپنے نفس کے محاسبے کے لمحات ہوں اور بڑی دیانتداری اور خلوص کے ساتھ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور پھر کچھ ارادے باندھے اور ان ارادوں کا زاد راہ لے کر اگلے سال میں داخل ہو۔ ہماری تو یہ سوچیں ہیں، ہمارے تو یہ ارادے ہیں۔ دعاؤں کے ساتھ نیکیوں کا زاد راہ لے کر آگے بڑھتے ہیں، بڑھتے رہیں گے۔

بدقسمتی سے ہمارے غیر بھی کچھ ایسے ہیں جو ہر سال بد ارادے باندھتے ہیں۔ ہمارے سفر محبت کے سفر ہیں اور ہمارا زاد راہ محبت کا زاد راہ ہے۔ ان کے سفر بدی کے سفر ہیں اور محض دوسرے کو تکلیف پہنچانا، عذاب دینا، کسی طرح ان کے لئے ہلاکت کے سامان پیدا کرنا، یہ سوچیں لے کر وہ نئے سالوں میں داخل ہوتے ہیں اور انہی سوچوں کے ساتھ پھر وہ جماعت کو چیلنج دیتے ہیں کہ دیکھو یہ سال کس کا بنتا ہے۔ ۱۹۹۴ء کے حوالے سے بھی بہت کچھ ایسا ہوا لیکن یہ لمبے تذکرے ہیں، مختصر شاید میں چند باتیں بیان کر سکوں اور باقی مضمون ایسا ہے جو ہر سال جلسہ سالانہ پر جو آخری تقریر ہے اس میں، یا درمیانی تقریر، اس میں یہ مضمون بار بار یعنی جاری مضمون کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن سب سے پہلے میں یہ پسند کروں گا کہ آج سے سو برس پہلے جو ۱۸۹۴ء تھا اس کے نقوش پر غور کر کے آپ کو بتاؤں کہ اس سال کے کیا اہم نقوش تھے اور یہ وہ دوسرا حصہ ہے یعنی اجتماعی سوچ کا۔ اس لئے مضمون قطع کر کے میں اس حصے میں داخل نہیں ہو رہا۔ شروع میں ہی میں نے آپ کو سمجھایا تھا کہ دو طریق سے سالوں کے جوڑ منائے جاتے ہیں۔ ایک انفرادی طور پر جو میرے نزدیک زیادہ اہم ہے اور دوسرا اجتماعی طور پر۔ اب اجتماعی موازنے کے طور پر میں آپ کے سامنے کچھ مثالیں رکھتا ہوں کہ سب سے پہلے تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ سو سال پہلے اس مقدس دور میں جس نے آج کے دور کی بنا ڈالی اور آئندہ سب ادوار کی بناء ڈال چکا ہے، کیا ہوا تھا؟ وہ سال کیسے گزرا تھا؟ اس سال کے اہم امور یہ ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۱۸۹۴ء میں بعض بہت ہی اہم اور بہت دور رس اثر رکھنے والی تصنیفات کی توفیق ملی اور خصوصیت کے ساتھ عرب دنیا کو آپ نے اس سال میں مخاطب فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عرب دنیا میں اس کے نتیجہ میں لبیک کہنے والے بھی بڑے عظیم پیدا کئے اور ۱۸۹۴ء کا یہ سال اس پہلو سے اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ مؤرخ احمدیت مولوی دوست محمد صاحب نے جب اس سال کا موازنہ کیا تو سب سے نمایاں چیز ان کو یہی محسوس ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عربوں میں نفوذ اگر کسی ایک سال سے وابستہ کیا جا سکتا ہے تو وہ ۱۸۹۴ء ہے اور عجیب بات ہے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کا آج ۱۹۹۴ء بھی اس پہلو سے سب سے نمایاں ہے۔

اور خدا تعالیٰ نے جو ہمیں M.T.A. جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائی یہ بھی اس سال کا پھل ہے۔ ۱۹۹۴ء کو سات جنوری کو یہ عالمی پروگرام جاری ہوا ہے اور اسی سال اسی پروگرام کی برکت سے اس کثرت سے عربوں کی توجہ احمدیت کی طرف ہوئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے ہمارے مخالفین پر ایک زلزلہ آ گیا ہے۔ بار بار سعودی عرب کے گزٹ اور ان کے اخبارات اس بات کو اچھال رہے ہیں اور ایک اخبار تو یہ لکھتا ہے کہ اب فوراً حرکت کرو جس تیزی سے احمدیت کا نفوذ پھیل رہا ہے اور عربوں پر خصوصیت سے اثر انداز ہے اگر ہم نے آج کاروائی نہیں کی تو پھر یہ بہت لیٹ ہو جائے گا۔ وہ الفاظ یہ ہیں سعودی گزٹ ۲۷ جون ۱۹۹۴ء یہ چھ مہینے پہلے کی بات ہے اس کے بعد بہت پانی آگے گزر چکا ہے۔ یہ میں جون کی بات بتا رہا ہوں۔ ابھی انہوں نے جولائی میں ظاہر ہونے والی بیعتیں نہیں دیکھی تھیں اور گھبراہٹ کا اور پریشانی کا یہ عالم تھا وہ لکھتے ہیں:

It is now time that we stop talking about countering

the Kufr Propeganda of Mirza Ghulam Ahmad's devient followers

and establish a globel Islamic T.V. Broadcast Station without delay.

جو انہوں نے بغض کا اظہار کرنا تھا وہ تو کرنا ہی تھا نقل کفر کفر نہ باشد۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں گالیاں دیتے ہوئے ساتھ ساتھ یہ کہہ رہا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اب ہم باتیں بس ختم کریں اور عملی اقدام کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے عالمگیر پروپیگنڈا کے توڑ کے طور پر ایک عالمگیر اسلامی ٹیلی ویژن سٹیشن قائم کریں، ٹیلی ویژن نظام جاری کریں۔ یہ کہنے کے بعد کہتے ہیں Now not Later اب ہو یہ۔ اب کے بعد نہیں Later may be too late دیر ہو گئی تو پھر بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ Already it is too Late اب تم کچھ نہیں کر سکتے۔

۱۸۹۴ء میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توفیق ملی کہ عرب دنیا کو مخاطب ہوں ہمارے پاس تو وہ چارہ نہیں تھا، وہ ذرائع نہیں تھے، اس زمانے کی عرب دنیا میں تقویٰ کا معیار بہت بلند تھا اور زبردستی لٹریچر کی راہ میں کوئی روک نہیں ڈالی جاتی تھی ہر قسم کی کتاب ہر جگہ پہنچ جاتی تھی، ہر ایک کو آزادی تھی۔ "لا اکراہ فی الدین" کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ علماء بھی شوق سے اپنی مخالف آراء کو سنتے ان میں دلچسپی لیتے اور اگر اتفاق نہیں کرتے تھے تو جوابی کاروائی کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو عربی زبان میں کتب شائع فرمائیں تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ بعض کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام عرب دنیا میں مفت تقسیم کروائی ہیں لیکن آج ان کو قیمتاً بھی وہاں لینا چاہے تو اس کو اجازت نہیں رستے کی روکیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سالوں کی مماثلت تو معلوم ہوتا ہے دکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اب ان بے چاروں کی کیا طاقت ہے

TOP OFFER ON SECOND HAND MACHINES
TOOL MACHINES & COMPRESSORS
CONSTRUCTION & ROAD MACHINES
HEATING AND COOLING SYSTEMS
MACHINES FOR COSMETIC & CHEMICAL INDUSTRIES
MACHINES FOR FOOD & BEVRAGE INDUSTRIES
PLASTIC WORKING [DIECASTING] MACHINES
INJECTION MOULDING FOR PLASTIC MATERIAL & MANY OTHER
FOR FURTHER INFORMATION, PLEASE CONTACT:
2nd HAND MAC
BONGARTSTR. 42/1, 71131 JETTINGEN, GERMANY
TELEPHONE AND FAX NO. 07452/78184

کہ خدا کے ارادوں کی راہ میں روک ڈال سکیں۔ وہ رستے کی Tarif کی پابندیاں سطح زمین پر چلتی ہیں یا ہوا میں اڑیں تو وہاں پہنچ کر زمین کے رستے سے داخل ہوتی ہیں ان پر تو انہوں نے پہرے بٹھائے ہوئے تھے اب آسمان پر کیسے پہرے بٹھاتے۔ اب اللہ نے یہ پیغام آسمان سے اتارنا شروع کیا ہے اور عرب اس کثرت سے دلچسپی لے رہے ہیں کہ بعض دفعہ ان کے پیغام سن کر آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ واقعہ ہو گیا ہے۔ ہماری توقعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ سوالات بھی آنے شروع ہو گئے ہیں دلچسپیوں کے اظہار، مختلف طریق پر، ہمارے پروگراموں کے مطالبے کر رہے ہیں رسائل، کہ ہمیں بھیجو تاکہ عربوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کے تقاضے پورے کر سکیں۔ بعینہ یہی درخواست لکھی ہوئی ہمارے دفتر میں موجود ہے۔ فون پر بھی ان صاحب کی نصیحت آئی۔ ایک بڑے رسالے کے مالک بھی ہیں اور ایڈیٹر بھی، وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں پہلے ہی علم تھا حالانکہ پہلے علم نہیں تھا توقع تھی، علم نہیں تھا۔ کہتے ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہو گا دن بدن عربوں کی دلچسپی M.T.A. میں بڑھتی چلی جارہی ہے اور اس دلچسپی کو پورا کرنے کی خاطر ہم نے ضروری خیال کیا ہے کہ آپ کے آئندہ کے پروگرام شائع کیا کریں اس لئے مہربانی فرما کر ہمیں اجازت بھی دیں اور پروگرام بھی بھیجیں۔ اس وقت تو مجھے خیال نہیں تھا میں نے آج کے خطبے کے لئے تاریخ کے اس سال کے واقعات کھنگالے تو پھر مجھے سمجھ آئی کہ یہ کیا واقعہ ہوا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عربوں میں نفوذ اگر کسی ایک سال سے وابستہ کیا جا سکتا ہے تو وہ ۱۸۹۴ء ہے اور عجیب بات ہے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کا آج ۱۹۹۴ء بھی اس پہلو سے سب سے نمایاں ہے

یہ ایم۔ ٹی۔ اے۔ کا اس سال جاری ہونا اور پھر عربی پروگراموں کے پیش کرنے کی توفیق پانا اور ہمارے عزیز بزرگ دوست حلمی شافعی صاحب کو خدا تعالیٰ نے دل میں یہ تحریک ڈالی کہ وہاں بیٹھ کر اب خدمت نہ کرو ترجموں وغیرہ کی، یہاں پہنچ کر کرو، انہوں نے اپنی ساری زندگی پیش کر دی اور یہ سارے واقعات اسی سال کے ہیں اور جس چیز کی ہمیں ضرورت تھی کہ ایک اچھا عربی دان، عالم دین پاس بیٹھا ہو اور ترجمے بھی اچھے کر سکے وہ مہیا ہو گیا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ عبدالمومن صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ رواں ترجمے جو اردو سے کرنے پڑتے ہیں وہ کر دیں۔ تو یہ سارے سامان وہی ہیں جو دراصل گزشتہ ایک سو سال پہلے کے ۱۸۹۴ء کے سال کی یاد دلاتے ہیں۔ تو اجتماعی طور پر خدا تعالیٰ ہمیں توفیق بخش رہا ہے اور بہت سے ایسے اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں جن کا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وقت کی کمی کی وجہ سے تفصیلی تبصرہ تو ممکن نہیں لیکن کچھ نہ کچھ کا میں اشارۃً ذکر کروں گا یا کچھ نسبتاً تفصیل سے بھی۔

وہ سال جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام کامیاب سالوں میں ایک پہلو سے نمایاں خصوصیت رکھتا تھا بلکہ وہ اس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عالمی اور دائمی دور میں ایک اہم حیثیت رکھتا تھا وہ سال تھا جس سال چاند سورج نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیش گوئی کی صداقت کو ظاہر کیا اور ثابت کیا اور اس کے ثبوت کے طور پر حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود دکھا دیا کہ یہ وہی مہدی ہے جس کی پیش گوئی اصدق الصادقین محمد رسول اللہؐ نے فرمائی تھی۔ پس ۱۸۹۴ء کا سال اس پہلو سے ایک زندگی کا اہم سال نہیں رہتا بلکہ ایک دور کا بہترین سال بن جاتا ہے۔ ایک ایسے دور کا جس نے ختم نہیں ہونا۔ اس پہلو سے ۱۹۹۴ء میں بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایسی توفیقات عطا فرمائی ہیں جو آئندہ ایک عظیم دور کی خوشخبریوں کا پیش خیمہ بنیں گی اور یہ ایم۔ ٹی۔ اے۔ کا جو اجراء ہے باقاعدہ سات جنوری کو ہوا میں سمجھتا ہوں انہیں انعامات میں سے ایک اہم انعام ہے اور اس کا چاند سورج کی گواہی سے تعلق ہے، بہت گہرا تعلق ہے۔

بعض دفعہ ایک انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ایک ایسی بات کہتا ہے جس کی تفصیل ذہن میں حاضر نہیں ہوتی، نہ انسان اس وقت سوچ سکتا ہے مگر منہ سے کلمے ایسے نکل جاتے ہیں جو پورے ہوتے ہیں تو اس وقت کہنے والا بھی حیرت سے دیکھتا ہے کہ یہ کیا بات میرے منہ سے نکلی اور اللہ تعالیٰ نے کیسے پوری فرما دی۔ اس کے متعلق کئی ایک دفعہ نہیں بارہا ایسے واقعات ہو چکے ہیں مثلاً ایک متکبر شخص کے متعلق اپنی ایک نظم میں میں نے کہا تھا کہ "خدا اڑا دے گا خاک ان کی" بگولے اٹھے ہیں خاک کے ہمیں مٹانے کے لئے اللہ ان کی خاک اڑا دے گا، ان کا نشان نہیں ملے گا، اور وہ شخص اسی طرح بگولوں میں اڑنے والی خاک بن گیا اور امریکہ سے مجھے کسی نے لکھا کہ آپ کی تو توجہ نہیں گئی ہو گی مگر میں نے جب اس شعر کو پڑھا اور اس واقعہ کو دیکھا تو بالکل یوں لگتا تھا جیسے خدا تعالیٰ نے آپ کے منہ سے یہ بات کہلوائی ہے عین اس واقعہ پر چسپاں ہونے والی بات ہے تو اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

ربوہ میں جب شروع شروع میں مخالفت کا بہت جوش اٹھا تھا تو اس وقت میں نے مولویوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ دیکھو تم بعض رستے بند کر سکتے ہو زمین پر جب خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ آسمان سے تمام دنیا پر بارشیں برسائے گا پھر تمہاری چھتریاں کیسے اس کو روک سکیں گی۔ کیسے تمہاری چھتریاں ان فضلوں کے بندوں پر گرانے کی راہ میں حائل ہو جائیں فضل جب آسمان سے گرتے ہیں اور خدا اتارتا ہے اور عالمگیر فضل اتارتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ دنیا میں کسی کو طاقت نہیں کہ ان کو روک سکے، ان کی راہ میں حائل ہو سکے۔ مگر اس وقت میں پاکستان کا بھی کہہ سکتا تھا بغیر دنیا کے حوالے سے یہ بات کر سکتا تھا وہ وقت ایسا تھا جب خود بخود میری زبان پر یہ الفاظ زور کے ساتھ جاری ہوئے کہ وہ وقت جب ساری دنیا میں خدا فضلوں کی بارشیں برسائے گا تو ان آسمان سے اترتے ہوئے فضلوں کی راہ تم کیسے روک سکو گے۔ یہ کوشش بے کار ہے اس کو چھوڑ دو، تمہیں چارہ نہیں ہے کہ یہ کام کر سکو۔ اب ایم۔ ٹی۔ اے۔ جب اتری ہے تو تب سمجھ آئی ہے کہ ساری دنیا میں اسی سال ۱۹۹۴ء ہی میں یہ آسمان کی گواہیاں اتر رہی ہیں جیسے چاند سورج کی گواہی آسمان سے اتری تھی اور دوبارہ اس گواہی کو لے کر پھر خدا کے فضل اترنے شروع ہوئے۔ پس یہ خدا کی کائنات کے عجیب اسرار ہیں۔ ان کو لطیف نگاہوں سے دیکھیں تو انسان اور بھی زیادہ لطف اندوز ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ مولویوں نے پتہ کیا کہا تھا۔ انہوں نے کہا تھا ۱۹۹۴ء کا سال احمدیوں کے لئے موت کا سال ہے۔ چھٹی۔ کہتے ہیں مرزا طاہر کو عادت پڑی ہوئی ہے پاگلوں والی باتیں کرتا رہتا ہے، بڑے دعوے کر رہا ہے کہ ہم نے یوں کیا اور اس سال ہم یوں کریں گے۔ ہم بتاتے ہیں کہ یہ سال کیا ہونا ہے۔ نائب ناظم صاحب مرکزی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت کہتے ہیں قادیانیو! آئین کو تسلیم کر لو پاسداری کرو قانون کی۔ یعنی اللہ کا قانون دفع کرو۔ چھوڑو پرے ہمارا قانون مانو اور خدا کے قانون کے باغی ہو جاؤ۔ یہ مضمون ہے ورنہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیت کو ایک ضرب لگی، پھر ۸۴ء میں امتناع قادیانیت کے ذریعے قادیانی زخمی ہوا اب ۹۴ء ہے اور یہ قادیانیت کے خاتمہ کا سال ہو گا۔ ۹۴ء ایک دن باقی رہ گیا ہے اور یہ دن بھی خوش خبریاں لے کر آئے گا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرا اس سال کا جو نئی سے نئی خوش خبریاں لے کر نہ آیا ہو اور ان منحوسوں کی ہر بات جھوٹی نکلی ایک ایک لفظ جھوٹا ہوا اور یہ بھی انہوں نے ایک شیوہ بنا لیا ہے۔ ایک دفعہ ایک مولوی اٹھ کے کہتا ہے کہ اگلے سال مرزا طاہر احمد مر جائے گا اور دوسرے سال دوسرا مولوی کہتا ہے کہ میں پیش گوئی کر رہا ہوں، تیسرے سال تیسرا مولوی۔ سکیم یہ بنائی گئی ہے کہ کسی سال تو اس نے مرنا ہی ہے تو جس سال مرا اس سال کا مولوی اور اس کے سارے ساتھی سچے ہو گئے۔ وہ بیسیوں جھوٹے جو بدبخت پیچھے رہ جائیں گے ان کا کیا بناؤ گے۔ یہی پیشہ انہوں نے مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی اختیار کیا ہوا تھا اور حیرت انگیز طریق پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے مکر و فریب کے جال سے نکال لیا۔

ایسا عجیب واقعہ ہے عبدالحکیم کی پیشگوئی سے متعلق کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے یہ مولوی تو اس کو پیش کرتے ہیں کہ دیکھو مرزا صاحب جھوٹے نکلے اس نے کہا تھا عبدالحکیم نے کہ یہ ۱۹۰۸ء کا جو سال ہے اس میں مر جائے گا اور یہ واقعہ ہو گا اور دیکھ لو ۱۹۰۸ء میں مر گیا اب اور کیا چاہتے ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے سالوں کا دیکھو ہر سال یہی کہا کرتے تھے مولوی کبھی عبدالحکیم نام کا کبھی کسی دوسرے نام کا۔ ہر سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موت کی خبریں شائع کر رہے تھے تو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی بندہ مولویوں کی وجہ سے غیر فانی ہو جائے اور اس کو خدا بنا بیٹھے۔ یہ تو ناممکن ہے، ہر شخص نے مرنا تو ہے ہی۔ لیکن اللہ نے جس طرح اس کو جھوٹا کیا وہ حیرت انگیز بات ہے۔ اس کے منہ سے پہلے یہ پیش گوئی نکلی اس کے قلم سے یہ پیش گوئی شائع ہوئی جس سے پتہ چلتا تھا مئی کا مہینہ گزرے گا نہیں جب یہ شخص فوت ہو جائے گا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجل مسمّٰی مئی ہی میں تھی۔ ۲۶ مئی مقرر تھی۔ اب اگر خدا کوئی تقدیر نہ فرماتا تو دیکھیں کتنا بڑا طوفان بے تمیزی برپا ہوتا۔ اس تحریر کے کچھ دیر بعد اس نے کہا کہ نہیں نہیں غلط ہو گئی خدا نے فیصلہ بدل لیا ہے۔ وہ مئی میں نہیں مرے گا بلکہ اکتوبر میں مرے گا یا کچھ اور مدت آگے بڑھا دی اور پہلی پیش گوئی کی تردید کر کے پھر دوسری پیش گوئی میں داخل ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد "پیسہ اخبار" نے جو مسیح موعود کا دشمن تھا بڑی حسرت سے کہا کاش عبدالحکیم یہ ترمیم نہ کرتا۔ اس سے ان سب کی ذہنیت کا بھی پتہ چلا کہ یہ انسانی پیشگوئیوں کا

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

خدا کی پیش گوئیوں سے مقابلہ چاہتے تھے ترمیمیں بندوں کے ہاتھ میں تھیں۔ ان کے نزدیک بندے کی مرضی ہے جب چاہے پیش گوئی میں ترمیم کر دے لیکن بعض ترمیمیں خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہیں اور یہ ترمیم بھی عبدالحکیم کے ہاتھ میں نہیں تھی خدا کے ہاتھ میں تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود ہی قریب وصال کی خوش خبری دے دی تھی خوش خبری ان معنوں میں کہ اپنے اللہ سے جو لقاء کا خاص موقع ہوتا ہے وفات کے وقت وہ میسر آنا تھا لیکن بہرحال ایک غم کا موقع ہوتا ہے وفات۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کثرت الہامات سے یہ بات سمجھ آگئی تھی کہ یہ سال آپ کے وصال کا سال ہے لیکن اس کے باوجود اللہ پر توکل کرتے ہوئے مباہلے سے بھی باز نہیں آئے اور ہر قسم کے چیلنج دشمن کو دیتے رہے۔ عبدالحکیم سے ایسا ہی ایک تصادم ہوا اور اس نے پیش گوئی جو میں نے بیان کی ہے یہ کر دی اور خدا نے ترمیم کروائی ہے پھر۔ اس کی اپنی ترمیم نہیں تھی ورنہ پاگل کیوں ہو گیا تھا اچانک اس کو کیا خیال آیا کہ مئی سے ارادہ بدل کے خدا نے اکتوبر کا کر دیا یا اس کے بعد کا۔ تو وہ پیش گوئی جس پر لوگ ہنستے ہیں اس میں سب سے زیادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے نشان ہیں۔ پس ان لوگوں سے بھی خدا پیش گوئیاں کرواتا ہے جو جھوٹی نکلتی ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہر انسان نے آخر مرنا ہے۔ یہ مولوی ان میں سے کوئی بھی یہ کہنے کی جرات نہیں کرتا کہ خدا نے ہمیں بتایا ہے اور یہ فرق ہے۔ اگر خدا نے بتایا ہو اور بات سچی نکلے پھر درست ہے عبدالحکیم یہ دعوے کر رہا تھا کہ خدا نے بتایا ہے اور چونکہ خدا پر ایک قسم کی ذمہ داری آجاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کی حفاظت کرنا تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی دخل فرمایا اور اس کی عقل ماری گئی اور جو اتفاقاً صحیح بات لکھی گئی تھی اپنے ہاتھ سے اس نے اس پر قلم تنسیخ پھیر دیا اس کو قطع کر کے ایک اور بات بنالی۔

> **فضل جب آسمان سے گرتے ہیں اور خدا اتارتا ہے اور عالمگیر فضل اتارتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ دنیا میں کسی کو طاقت نہیں کہ ان کو روک سکے، ان کی راہ میں حائل ہو سکے**

مگر امر واقعہ یہ ہے کہ یہ جو مولوی آج کل بول رہے ہیں ان میں دو قسم کے ہیں۔ بعض تو یہ کہہ دیتے ہیں ڈر کے مارے، دل میں کچھ نہ کچھ یہ ڈر ہے کہ کہیں آپ ہی نہ مارے جائیں، یقین جو نہیں ہے۔ اس لئے بعضوں نے احتیاط یہاں تک برتی کہ کہا کہ مجھ پر ابلیس نازل ہوا اور ابلیس نے مجھے بتا دیا ہے کہ مرزا طاہر احمد فلاں سال ختم ہو جائے گا اور ظاہر بات ہے کہ ابلیس نے جھوٹ ہی بولنا تھا اور اس شخص نے بھی اگر کوئی سچ بولا تھا تو شاید یہی بولا تھا کہ ابلیس نازل ہوا ورنہ وہ بڑا ہی جھوٹا آدمی ہے۔ اس کے متعلق سارا کچا چٹھہ کسی وقت نعیم عثمان صاحب پیش کر دیں گے سب کے سامنے، شاید کیا بھی ہو انہوں نے کچھ۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جھوٹ کو دیکھیں کیسے ثابت فرما دیا کہ جو خود جھوٹ بولنے کی خاطر ابلیس کا مظہر بن گیا ہو اس کا باقی کیا رہا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم یہ پیش گوئی کرتے ہیں لیکن خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ یہ خدا کی طرف منسوب کریں تو خود مارے جائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور ایسے معاملات میں پھر خدا دخل دیتا ہے مگر بعید نہیں کہ یہ سارے ہماری زندگیوں میں ہی دیکھتے دیکھتے حسرتوں سے جان دے دیں کیونکہ مجھ پر یہ گہرا تاثر ہے الہامات کی روشنی میں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کی روشنی میں، کہ اس صدی کا آخر ان مولویوں کے لئے بہت بدانجام لے کے آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ نے دل میں جو یہ تحریک ڈالی ہے کہ ان چوٹی کے بدبخت علماء کے لئے بددعا کی جائے تاکہ امت کے لئے وہ دعا بن جائے۔ یعنی ان کے چنگل سے مولویوں سے نجات کی دعا درحقیقت امت کے لئے دعا ہے اگرچہ ان کے لئے بظاہر بددعا ہے تو یہ بددعائے خیر ہے ایک۔ جیسے کہا جائے کہ اس شیر کے چنگل سے فلاں بے چارہ زندہ سلامت نکل آئے تو شیر کے لئے بددعا ہی ہوگی لیکن جس معصوم کے لئے اس کے چنگل سے بچانے کے لئے وہ تو دعا ہی بنتی ہے تو انجام کار ایسی دعائیں نیک دعائیں ہوتی ہیں اگرچہ بددعا کی راہ سے کچھ تلخ قدم اٹھا کے گزرنا پڑتا ہے۔ پس اس سال کی آخری گھڑیوں میں اس دعا کو بھی یاد رکھیں، ان کے تفاخر، ان کی بیباکیاں اور اس قسم کی تعلیاں اللہ تعالیٰ ساری جھوٹی کر کے ان کے منہ پر مارے اور ان کی ساری مرادیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور وہ دعا جس کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی یہ اس سال بھی جاری رہے گی آئندہ بھی جاری رہے گی اور ایسے آثار میں دیکھ رہا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو پایہ قبولیت میں جگہ بخش رہا ہے۔

ایک اور ان کا حوالہ تھا کہ مرزا طاہر احمد نے یہ عجیب بے ہودہ بیان دیا ہے کہ یہ غلبہ احمدیت کی صدی ہے اس کے بعد عجیب و غریب ایک پاگلوں والی منطق ہے جس کی سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ منطق یہ ہے اول تو ان کے عقیدے کے مطابق پندرھویں صدی کا وجود ہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ چونکہ مرزا قادیانی نے چودھویں صدی کو آخری صدی اور خود کو آخری صدی کا آخری مجدد قرار دیا ہے۔ ایسی جاہلانہ بات ہے بالکل برعکس معاملہ ہے۔ یہ مولوی شور مچایا کرتے تھے کہ چودھویں صدی ختم نہیں ہوگی جب تک مہدی نہ آجائے اور ہم کہتے تھے کہ روک کے دیکھ لو اس نے ختم ہونا ہی ہونا ہے، یہ بحثیں تھیں ان کی، جھوٹے کی یادداشت نہیں ہوتی۔ اس قدر بے وقوف قوم ہے کہ جو احمدی کہتے تھے وہ اپنا موقف بنالیا جو آپ کہا کرتے تھے وہ احمدیوں کا موقف بنا دیا۔ اور پھر اس الہام یا وحی کے برخلاف پندرھویں صدی آ ہی گئی نا۔ لو بولو اب دیکھیں اس قدر بے ہودہ بکواس، جھوٹ، نہ عقل، نہ کوئی تک یہ حال ہو گیا ہے ان کی عقلوں کا، مخبوط الحواس ہو گئے ہیں لیکن پھر کہتے ہیں لیکن یاد رکھیں یہ جو صدی گزر رہی ہے یہ صدی قادیانیت کی موت ثابت ہوگی اور یہی ڈش انٹینا جس پر یہ اترا رہے ہیں یہ انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ کہتے ہیں، فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ مکہ مکرمہ سے اعلان ہو رہا ہے کہ بڑے فائدے پہنچا گیا ہے اگر ہم نے کچھ نہ کیا تو بہت لیٹ ہو جائے گا۔ کس کی بات آدمی مانے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ اتنا عظیم الشان روحانی فائدہ پہنچ رہا ہے، تبلیغی، تربیتی اور ہر پہلو سے کہ اس کی آگ لگی ہوئی ہے ان کو جس کی وجہ سے طیش آرہا ہے۔ جوابی کاروائی کے طور پر کچھ احمدی شہید کر دئے انہوں نے حال ہی میں کچھ عرصے میں چار پانچ بہت ہی دردناک شہادتیں ہوئی ہیں لیکن ان کا یہ پھل ہے بس۔ اور یہ ارادے لے کر نکلتے ہیں کہ اس سال میں جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے اس سال میں انہوں نے زیادہ قبریں اکھیڑی ہیں تو یہ کامیابی ہے؟ مردوں کی قبریں اکھیڑ کر، ان کو بے حرمت کرنے کی کوشش کرنا یہ بدبختی ہے تو جس کے حصے میں یہ رضائے باری تعالیٰ لکھی ہو کہ اتنی مسجدیں برباد کیں، اتنے آدمیوں کو قتل کیا، اتنے لوگوں کے مال لوٹے، اتنے لوگوں کو اس سزا میں کہ انہوں نے کہا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، زدو کوب کیا، مارا پیٹا اور تھانوں میں لے کے گئے اور پھر مقدمے دائر کئے، پھر ہم نے ان کے اس اقرار پر کہ محمد رسول اللہ سچے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کے الزام میں موت کی پھانسی کا پھندا دکھاتے ہوئے ان پر مقدمے درج کئے کہ یہ تمہارا انجام ہے اور کہو کہ محمد رسول اللہ سچے ہیں۔ کتنے احمدی ہیں جو پیچھے ہٹے؟ ایک بھی نہیں۔

ابھی حال ہی میں جو انور آباد میں شہادت ہوئی ہے وہ نوجوان تھا، مخلص سندھی اور اس کے گھر لے جا کر بھی، اس کے باہر بھی لوگوں کے سامنے ان کے ساتھیوں کو انہوں نے بار بار کہا کہ توبہ کر لو۔ پہلے تو کہا کہ کلمہ سناؤ انہوں نے کلمہ سنایا، انہوں نے کہا یہ تو ہمارا کلمہ ہے۔ انہوں نے کہا تو ہمارا بھی تو یہی کلمہ ہے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ کہا نہیں پھر دوسرا کلمہ یہ پڑھو کہ مرزا غلام احمد کو گندی گالیاں دو۔ انہوں نے کہا ہمیں سکھایا نہیں خدا نے۔ تم بدبختوں کے حصے میں تم جو مرضی کرو مگر جو کلمہ خدا نے ہمیں سکھایا نہیں وہ ہم نہیں پڑھیں گے اور اس جرم میں ان کو گولی مار دی ہے۔ اب بتائیں آپ یہ کامیابیاں ہیں جن پر فخر کر رہے ہیں اس لئے سال کلیۃً ان کی نامرادیوں کا سال ہے۔

یہ وہ سال ہے جس میں جب سے میں نے ہجرت کی ہے عارضی طور پر، پہلی بار ہے کہ دس نئے ممالک احمدیت کی آغوش میں داخل ہوئے ہیں۔ بڑی لمبی فہرست ہے برکتوں کی لیکن وہ انشاء اللہ آئندہ جلسے پر میں پیش کروں گا۔

اب میں آخر پر آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اجتماعی جائزے بھی پیش ہوتے رہتے ہیں، ہونگے۔ سال میں جہاں بھی جوڑ ڈال لیں وہاں یہ جائزے پیش ہو سکتے ہیں انشاء اللہ۔ آئندہ سال میں وسط میں تقریباً جلسہ یو۔ کے۔ پہ یہ میں تفصیل سے خوش خبریاں آپ کو سناؤں گا لیکن آخری یاد دہانی پھر یہی کراتا ہوں کہ جو ہر ذات کا اپنا محاسبہ ہے اس سے زیادہ بابرکت اور کوئی چیز نہیں ہے ہر احمدی جس تک یہ آواز پہنچتی ہے چند لمحے توقف کر کے ٹھہرے، اس غرض سے غور کرے کہ میں نے کیا کھویا اور کیا پایا اور اس نیت سے غور کرے کہ یہ نہ ہو کہ مجھے زندگی کے آخر پر موت کے لمحوں میں یہ خیال آئے کہ کاش میں ہر سال یہی غور کرتا۔ وہ جو غور ہے وہ بالکل بے کار جاتا ہے جب زندگی کے سال اکٹھا مرتے ہیں تو پھر غور کا وقت نہیں رہتا۔ اب تو ایک ایک کر کے ہمارا سال مر رہا ہے۔ خدا کرے کہ ہر مرنے والا سال ہمارے اگلے سال کو زندہ کر کے مرے اس کے لئے موت کا پیش خیمہ بن کے نہ مرے۔ ان دعاؤں اور اس فکر کے ساتھ ہم اس سال کو الوداع کہتے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب اگلے سال میں داخل ہونگے۔ اللہ تعالیٰ تمام عالمگیر جماعت کو یہ نیا سال مبارک فرمائے۔

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

کے تابع رہ کر انہی کے سہارے یہودی سب دنیا میں سازشیں کرتے ہیں یا ظاہری غلبہ حاصل کرتے ہیں علم کا یا سائنس کا۔ مگر مجبور ہیں کہ عیسائی حکومتوں سے چمٹے رہیں۔ ان کی پناہ میں رہ کر یہ غلبے حاصل کریں۔ تو ایسا وقت آ آئے گا اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ خدا کے فضل سے سچے ہیں کہ جو ہمارے ...ن ہیں ان کی بھی حیثیت اسی طرح ہو جائے گی کہ وہ جماعت احمدیہ کے غلبہ کے وقت میں ان کے ذریعہ سے ...ت پایا کریں گے او انہی کے سایہ تلے پروش پائیں گے تو ترقی کریں گے ورنہ رفتہ رفتہ یہ اور زیادہ مغلوب ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ وعدہ قیامت تک کے لئے ہے پس عارضی طور پر جو تکلیفیں ہیں ان سے مرعوب ہو کر دل نہیں چھوڑنا چاہئے"۔

اس کے بعد آیت نمبر ۵۷ کی تفسیر کرتے ہوئے "فاعذبہم عذاباً شدیداً فی الدنیا والاٰخرۃ" یہ جو حصہ ہے اس کے متعلق دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو اس عذاب سے بچائے۔ کیونکہ مسیح کے معاملہ میں جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا وہ لفظاً لفظاً ہم دیکھ رہے ہیں کہ پورا ہو چکا ہے۔ فرمایا تھا کہ نہ صرف ہم تیرے ماننے والوں کو غلبہ دیں گے بلکہ تیرے انکار کرنے والوں کو ایک ایسا عذاب دیں گے جو دنیا سے بھی تعلق رکھے گا اور آخرت سے بھی۔ یہود کو جو بار بار عذاب دئے گئے ہیں یہ بہت ہی دردناک واقعہ ہے۔ اور بہت تکلیف دہ ہے اور کچھ آثار اب ظاہر ہو رہے ہیں کہ وہ مسلمان جو اپنے اپنے غلبہ کے دائروں میں احمدیوں پر ظلم کرتے ہیں دوسرے تمام دائروں میں ان پر ظلم ہو رہے ہیں۔ بابری مسجد میں کیا ہوا۔ پھر بوزنیا میں کیا ہوا۔ پھر چیچنیا میں کیا ہوا اور فلسطین کے علاقوں میں کیا ہوا۔ افغانستان میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ ساری باتیں بتا رہی ہیں اور بعض ان کے دانشور یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ یہ ہم سے کیا ہو رہا ہے۔ ابھی چند دن ہوئے اخبار میں ایک مضمون آیا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ یہ جو ہم سے واقعات ہو رہے ہیں یہ قابل فکر بات ہے کہ کس بات پر ہم سے خدا ناراض ہے۔ مولوی یہ کہتے ہیں اسبات پر ناراض ہیں کہ ابھی تک احمدی زندہ ہیں دنیا میں۔ وہ زندہ ہیں تو خدا پھر اپنے آپ سے ناراض ہو کیونکہ اسی کی تقدیر نے ہمیں زندہ رکھا ہوا ہے اور وہ غلبہ کو بڑھا رہا ہے۔ اس لئے وہ جو مارنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس لئے ناراض ہے۔ اور اس آیت نے یہ معاملہ خوب کھول دیا ہے کہ تیرے انکار کرنے والے جب شرارتیں کریں گے تو ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ان کو دنیا میں بھی عذاب دیں گے اور صرف آخرت کے عذاب پر نہیں چھوڑیں گے۔ تو یہ عذابوں کا سلسلہ جو شروع ہوا ہے یہ ایک دفعہ شروع ہو جائے تو جب تک کوئی حق قبول نہ کر لے یہ جاری رہتا ہے۔ اس لئے فکر کی بات ہے۔ بہت برا حال ہو چکا ہے عالم اسلام کا اس وقت ظاہری طاقتوں اور دولتوں کے باوجود وہ ہر جگہ ذلیل اور رسوا ہو رہے ہیں اور دنیا ان کو عذاب دینے پر نہ صرف تلی ہوئی ہے بلکہ نئے نئے منصوبے بنا رہی ہے۔ ابھی یہ معاملہ ختم نہیں ہوا۔ اب کبھی ایران کی باری آ جاتی ہے۔ کبھی ترکی کی باری آ جاتی ہے۔ کبھی کسی اور کے متعلق سوچتے ہیں۔ تو اس لئے یہ فکر والی بات ہے اور ابھی پاکستان اور ہندوستان کے معاملہ میں بھی دیکھیں، امریکہ نے ہندوستان سے معاہدہ کیا ہے۔ اب جب سے ہمیں پاکستان کی تاریخ کا ہوش ہے یہ پہلا واقعہ ہوا ہے کہ پاکستان کے مقابل پر ہندوستان سے دفاعی معاہدہ امریکہ نے کیا ہو۔ تو یہ کوئی اچھی علامتیں نہیں ظاہر ہو رہیں۔ اس لئے ہمیں بہرحال دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ پر رحم فرمائے اور ان کے ساتھ وہ سلوک نہ ہو جو پہلے مسیح کے منکریں سے ہوا تھا۔ اور دعاؤں کے نتیجہ میں ایسا ممکن ہے کہ یہ تاریخ بہت حد تک تبدیل ہو کیونکہ ایسی تاریخیں نہیں ہوتیں عذاب کی، جو پتھر پر لکھی ہوئی لکیروں کی طرح ضرور بعینہ اسی طرح دہرائی جاتی ہوں۔ تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ قوم کو اللہ تعالیٰ زیادہ جلدی توبہ کی توفیق عطا فرما سکتا ہے اس لئے ہمیں اس نقطہ نگاہ سے دعائیں جاری رکھنی چاہئیں۔

جمعرات ۲۶ جنوری ۱۹۹۵ء.

آج ترجمۃ القرآن کی کلاس نمبر ۳۸ منعقد ہوئی جس میں سورہ آل عمران کی آیات ۶۵ تا ۶۷ کا ترجمہ سکھایا گیا۔ آیت ۶۶ کی تفسیر کے دوران حضور انور نے ایک اہم قیمتی نکتہ کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا:

"یہ جو مضمون ہے یہ ایک قابل توجہ مضمون اس وجہ سے ہے کہ اس میں تحقیق کی ابھی بہت سی گنجائش موجود ہے جو مسلمان محققین نے ابھی تک نہیں کی۔ یہاں جو ہم نے عیسائیت کی ریسرچ کے گروپ بنائے ہیں ان کے سپرد ایک یہ بات بھی کی گئی ہے کہ وہ تحقیق کریں کہ وہ الٰہی کلام جس کو تورات کہا جا سکتا ہے اس کا آغاز کب ہوا۔ ایک بات تو قطعی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر جو بھی شریعت نازل کی گئی اس کو اللہ تعالیٰ نے تورات کا نام نہیں دیا۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تورات یا انجیل دونوں میں سے کوئی بھی ابراہیمؑ کی موجوگی میں اتاری نہیں گئیں۔ ایک طرف تو ابراہیمؑ کو تورات کے عطانہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ جو کچھ بھی حضرت ابراہیمؑ کو ملا وہ صحف ابراہیم کے نام سے قرآن کریم میں مذکور ہے۔ لیکن وہ صحف کیا تھے؟ ہمیں ان کا علم نہیں۔ یہ ہمیں علم ہے کہ تورات بہرحال حضرت ابراہیمؑ پر نہیں اتاری گئی۔ دوسری بات خاموشی کے نتیجہ میں ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ واضح انکار نہیں کیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کا اس کثرت سے قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے کہ شاید ہی کسی نبی کا کسی کتاب میں اس کثرت سے ذکر ملے اور ان پر اتاری جانے والی تعلیم کا بھی ذکر ملتا ہے مگر ایک دفعہ بھی قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ پر تورات کے نازل ہونے کا ذکر نہیں۔ یہ جو خاموشی ہے یہ حیرت انگیز ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تو فرمایا کہ انجیل اتاری۔ بہت سے نبیوں کو صحائف دینے کا ذکر ہے لیکن حضرت موسیٰؑ کو کتاب کا ذکر تو ملتا ہے مگر اس کتاب کا نام تورات نہیں رکھا گیا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ تورات اس سے پہلے سے موجود تھی اور اس کا نزول حضرت ابراہیمؑ کے وصال کے بعد کسی وقت شروع ہوا ہے - - - - -

تحقیق طلب بات یہ ہے کہ تورات کے متعلق گہری تحقیق ہو کہ تورات کی تعلیم کس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے جس پر قرآن کریم کی اصطلاح تورات یا یہود کی اصطلاح تورہ صادق آتی ہے اور کون کون سے انبیاء ہیں جن کی تعلیمات کے مجموعہ کا نام تورات رکھا گیا ہے۔"

جمعۃ المبارک، ۲۷ جنوری ۱۹۹۵ء.

آج عمومی سوال و جواب کی مجلس میں حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیئے۔

۱۔ کیا شوگر کے مریض کو جو انسولین لیتا ہو روزہ رکھنے کی اجازت ہے؟

۲۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو رب العالمین اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے۔ رسول پاکؐ کی رحمت کی وسعت اس دنیا میں تو ظاہر ہے باقی عالمین پر اس رحمت کی وسعت کیسے ہے؟

۳۔ عورتوں کے لئے مسجد جا کر جمعہ پڑھنا فرض نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عورتوں کو مسجد میں نماز تراویح پڑھنے اور اعتکاف کرنے کی ترغیب دینی چاہئے؟

۴۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے لئے جمع کا صیغہ اور زمین کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کیا ہے جبکہ ہم صرف ایک ہی آسمان دیکھتے ہیں اور زمینیں بظاہر ایک سے زیادہ کہی جا سکتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

۵۔ عذاب قبر اور عذاب قیامت میں کیا فرق ہے کیا یہ عذاب دو دفعہ ہوگا؟ نیز عذاب قبر کی حقیقت کیا ہے؟

۶۔ قرآن میں دو دعائیں سکھائی گئی ہیں (۱) وقنا عذاب النار۔ اور (۲) ربنا اصرف عنا عذاب جہنم۔ کیا جہنم اور نار دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں یا ایک ہی چیز ہیں؟

۷۔ بعض غیر از جماعت دوست نماز با جماعت میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے اور پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہونے پر بہت زور دیتے ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

۸۔ سورہ طٰہ کی آیت ۱۱۹، ۱۲۰ (ان لک الا تجوع - - - -) کے بارہ میں تفسیر صغیر میں لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے پہلی تعلیم ہے جو آدمؑ کو ملی تھی۔ مغربی ممالک میں سوشل سیکیورٹی کا رائج الوقت نظام کیا اس سے ملتا جلتا نہیں اور کیا یہ نظام کبھی اسلام میں جاری ہوا یا ہونا چاہئے؟

۹۔ سورہ بقرہ کی ۶۳ویں آیت اور سورہ مائدہ کی ۷۰ویں آیت کی روشنی میں سوال ہے کہ وہ یہودی عیسائی اور صابی جو شریف النفس ہیں کیا وہ جنت میں جائیں گے؟

۱۰۔ کیا وہ خوش نصیب جو بہشتی مقبرہ میں دفن ہوتے ہیں کیا وہ سب لازمی طور پر جنتی ہیں؟

۱۱۔ بائبل سے ثابت ہے کہ پیلاطوس نے اپنی بیوی کی خواب کی بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک تو معصوم قرار دیا۔ پھر صلیب پر لٹکنے کا وقت بہت کم رکھا۔ نیز ان کی ہڈیاں بھی نہیں توڑی گئیں۔ سوال یہ ہے کہ نیزہ لگنے سے جب خون بہہ نکلا اور معلوم ہوا کہ وہ ابھی زندہ ہیں تو پھر آپؑ کی ہڈیاں کیوں نہیں توڑی گئیں؟

(ع۔م۔ر)

بقیہ صفحہ اول: ارشادات

اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح پر دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلون اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔ اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنے والا زمانہ آ جاتا ہے۔ دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے۔ جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح پر آتشی شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آ کر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت اور حدت اس مقام پر پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے۔

(ملفوظات جلد چہارم [مطبوعہ لندن] صـ ۴۱۵ تا ۴۱۸)

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۶)

شفا کا انحصار دواؤں پر نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے

دعا کے نتیجہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے دمہ کی دوا سمجھا دی

ہومیو پیتھک ادویات کے خواص اور دلچسپ واقعات کا بیان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ہومیو پیتھی کلاس میں مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۹۴ء کو بیان فرمودہ ارشادت کا خلاصہ

[یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

[لندن ۱۸ اپریل] سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر ہومیو پیتھی کی کلاس کے آغاز میں فرمایا کہ پہلے اس بارے میں لیکچر دئے گئے ہیں اس بارے میں اگر کوئی سوال ہو تو بیان کیا جائے۔ ایک خاتون نے سوال کیا کہ ہومیو پیتھی دوائیں محفوظ ہوتی ہیں ان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اس بارہ میں وضاحت فرمائیں۔

حضور انور نے فرمایا ہومیو پیتھک دواؤں کے بارے میں یہ خیال کہ یہ بالکل محفوظ (Safe) ہوتی ہیں اس لئے جو مرضی دیتے جاؤ سب ٹھیک ہے یہ خیال اس رنگ میں درست نہیں ہے اگر کسی دوائی کا اثر ہے تو غلط ہاتھوں میں صحت نہیں ہو سکتی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آج کل موٹریں بہت محفوظ آگئی ہیں لیکن اگر یہ موٹر کسی بےوقوف کے ہاتھ میں آجائے تو یہ محفوظ نہیں رہے گی۔ اسی طرح سے ہومیو پیتھک ادویہ کے محفوظ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایلو پیتھک ادویہ محفوظ ہاتھوں میں بھی ہوں تو ان کے نقصانات ہیں جب کہ ہومیو پیتھک دوائی اگر درست ہو تو اس کا زیادہ استعمال بھی نقصان دہ نہیں ہوتا۔ مثلاً اسپرین عام دوا ہے جو سردرد وغیرہ میں استعمال ہوتی ہے لیکن اگر اس کا مسلسل استعمال کیا جائے تو یہ Mucous Mem-brane اور معدے اور گردے وغیرہ کی جھلیوں پر منفی اثرات ڈالتی ہے۔ اور پھر ان اثرات کا علاج کرنا پڑتا ہے۔ اب ایلو پیتھک معالج خواہ کتنا ہی سمجھ دار کیوں نہ ہو اس کی یہ مجبوری ہے کہ بعض ایلو پیتھک ادویہ اگر ایک مرض دور کرتی ہیں تو دوسرا مرض پیدا کر دیتی ہیں۔ ہومیو پیتھی ادویہ کی سیفٹی کا گہرا تعلق ڈاکٹر سے ہے۔ اگر ڈاکٹر کی تشخیص صحیح ہے تو اس دوا کی کتنی بھی مقدار کھلائی جائے نقصان نہیں دے گی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہومیو پیتھک ادویہ کے اثرات اور بداثرات معلوم کرنے کے عمل کو Proving کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ان ادویہ کے خواص جاننے کا ایک ذریعہ تو ہزاروں سال کا لمبا انسانی تجربہ ہے انسان کو مختلف قسم کے زہروں سے بار بار واسطے پڑتے رہے ہیں جس سے ان زہروں کے مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ سقراط کو جو زہر دیا گیا تھا اس کا نام غالباً Conium تھا۔ وہ بہت بڑا حکیم تھا اس نے مرتے وقت بھی بنی نوع انسان کی خدمت انجام دی۔ جوں جوں زہر کی علامات بڑھتی گئیں وہ اپنے شاگردوں کو بتاتا رہا کہ اس زہر کے کیا کیا اثرات پڑتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اس طرح کے کئی قسم کے تاریخی تجارب سے زہروں کے اثرات کا پتہ چلا۔ ہومیو پیتھی کے موجد ڈاکٹر ہانمن نے یہ معلوم کیا کہ جو زہر بہت تھوڑی مقدار میں بار بار دیا جائے تو ایک دفعہ میں تو اثر نہ ہوگا لیکن بار بار دینے سے اس کا اثر ہوگا۔ اس کا تجربہ ڈاکٹر ہانمن نے خود پر کیا۔ اس طرح اس نے دواؤں کے خواص معلوم کرنے کا نیا طریقہ ایجاد کیا اور بعض زہروں کو بہت ہلکا کر لیا اور بہت چھوٹی پوٹینسی میں خود بار بار کھانا شروع کیا۔ اس نے معلوم کیا کہ اگر دوا بار بار کھائی جائے تو جسم کمزور ہونے کے باوجود اس سے مغلوب ہو جاتا ہے مگر اس سے کوئی گہرا خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ حد سے زیادہ مسلسل یہ کام کیا جاتا رہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ہانمن نے خود اور اپنے شاگردوں پر کثرت سے تجربات کئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈاکٹر ہانمن نے معلوم کیا کہ مریض کی تشخیص میں سب سے زیادہ اہمیت ذہنی علامتوں کو دی جائے۔ اس سے مراد برین نہیں بلکہ روح کے احساسات ہیں تاہم عرف عام میں انہیں ذہنی علامات ہی کہا جاتا ہے۔ ہانمن کے خیال میں اگر کسی زہر میں وہی ذہنی علامتیں ہوں جو جسمانی طور پر بھی مشاہدہ میں آرہی ہوں تو بے تکلف وہ ہومیو پیتھی دوا اسے دیں۔ بعض دفعہ ایک ہی خوراک سے مکمل شفا ہو جاتی ہے۔ گزشتہ لیکچر میں حضور نے ایک دوا ایکونائٹ کے بارے میں بیان فرمایا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ایکونائٹ کی علامات خوف ہیں، اچانک حملہ ہوتا ہے اس کی یہ بھی علامت ہے کہ ایکونائٹ کے مریض کا ایک عضو بہت زیادہ خون سے بھر جاتا ہے جب کہ باقی جسم ٹھنڈا رہتا ہے۔ مثلاً ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں لیکن ماؤف حصہ میں تیز درد ہوتا ہے لیکن تپکن ہوتی ہے یعنی دل کی دھڑکن کے ساتھ درد کا بڑھنا گھٹنا۔ اس کے ساتھ ذہنی علامات لازمی طور پر ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔ پھر بعض موسم ہیں جن میں ایکونائٹ زیادہ تیزی سے اثر دکھاتا ہے۔ یعنی خوف اور اچانک پن کے ساتھ خوف۔ مثلاً خشک سردی کا مریض اکثر جو علامات دکھاتا ہے اس میں اگر اچانک پن پایا جائے اور خوف بھی ہو تو وہ ایکونائٹ کا مریض ہے۔ مگر ایکونائٹ کا لمبی اور مزمن بیماریوں سے تعلق نہیں۔ ڈاکٹر ہانمن نے یہ باتیں کتب سے نہیں بلکہ Proving سے معلوم کیں۔ ایکونائٹ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ پاگل پن میں بھی مفید ہے۔ صدمے یا مایوسی سے اچانک دماغ بگڑ جانا اور انسان کا چیزوں سے ڈرنا بھی ایکونائٹ کی علامت ہے۔

حضور نے فرمایا اگر ایکونائٹ فوری طور پر بیماری کے ابتدائی حصے میں استعمال کرا دی جائے تو اثر دکھاتی ہے۔ مثلاً ایسی بیماریاں جو صدمے سے پاگل پن پیدا کریں اس کے ابتدائی حصے کا تعلق ایکونائٹ سے ہے لیکن اگر لمبی بیماری ہو تو پھر اس سے اگلی دوا استعمال کرائیں۔ ان میں پھر سلفر نمایاں دوا ہے۔

ایک خاتون نے سوال کیا کہ مرگی میں بھی مریض خوف کا شکار ہوتا ہے کیا اس کے لئے بھی ایکونائٹ فائدہ مند ہوگی؟

حضور نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مرگی کے مریض کا تعلق ایکونائٹ سے نہیں۔ ایکونائٹ کا مریض چیخیں مارتا ہے لیکن صرف اس صورت میں جب کہ صدمہ تازہ ہو اور اس کے اثرات عارضی ہوں آگے نہ چلیں۔ مرگی کا مرض تو بعض اوقات ساری عمر چلتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ احمدیوں کے علاوہ غیر از جماعت احباب بھی ہومیو پیتھک کے ان لیکچروں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ان سب کو یہ نصیحت ہے کہ دواؤں کے مزاج کو ذہن نشین کریں۔ لیکن ہر دفعہ ایک دوا کا اثر یکساں نہیں ہوتا اس کے لئے مزاج شناسی کی ضرورت ہے ایک دوا کا مزاج دوسری دوا سے الگ پہچانا جائے پھر صحیح دوا کی تشخیص آسان ہوگی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دماغ کی جھلیوں میں سوزش اور اعصابی کمزوریاں اگر ایسی بیماریاں پیدا کریں جس کا Spasm سے تعلق ہو تو ان بیماریوں کا تعلق Absenthium سے ہے۔

حضور انور نے ایکونائٹ کا مزید ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایکونائٹ کے استعمال کی روز مرہ زندگی میں بہت اہمیت ہے۔ لیکن اس پر انحصار نہ کریں کہ ایک دفعہ دے کر بے خبر ہو جائیں کیونکہ اس کا عارضی اثر ہوتا ہے مگر بعض دفعہ بیماری لمبی چلنے والی ہوتی ہے اس کے بعد آنے والی دواؤں میں سلفر Sulfur ہے جسے ایکونائٹ کی مزمن دوا کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلیشیا ہے جو Septic بیماریوں میں زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ روز مرہ کی زندگی میں ایسی بیماری جو سیپٹک اثرات کے تحت ہو مثلاً اچانک گندی غذا کھائی جائے جس سے اسہال لگ جائیں اس میں ایکونائٹ فوراً دیں نمایاں اثر کرے گی۔ پیچش کی اچانک تکلیف میں ایکونائٹ بڑی موثر ثابت ہوتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ پہلے بھی میں نے بتایا ہے کہ دو قسم کی بیماریاں ہوتی ہیں ایک حاد یعنی Accute اور دوسری مزمن یعنی Chronic ۔ حاد سے مراد ایسی بیماری جو آئی اور فوراً چلی گئی۔ مزمن وہ بیماری ہے جو آکر ٹھہر گئی یا ساری زندگی ساتھ رہی یا لمبا عرصہ ساتھ رہی۔ ایک وہ ہے جو دونوں کے درمیان ہے اسے Sub Accute یا Sub Chronic کہا جاتا ہے۔ کرانک بیماریوں میں مرگی، پاگل پن، جوڑوں کا درد، خون کی نالیوں کا تنگ ہونا۔ کرانک بیماریاں آہستہ آہستہ خون یا عضلات میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں۔ بعض دفعہ آہستہ آہستہ ہونے والی تبدیلیاں آتی ہیں مثلاً گردے کی کرانک بیماریاں ذیابیطس کے نتیجے میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ دل کی بیماریاں بھی ذیابیطس کے نتیجہ میں ہو سکتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں کس وجہ سے ہوتی ہیں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک وجہ ذیابیطس ہوتی ہے جس سے خون کی نالیاں تنگ ہو جاتی ہیں لیکن ان کی اور بھی وجوہات ہیں۔ بعض لوگ چربی اور گوشت بہت کھاتے ہیں اور جس نسبت سے کھاتے ہیں اس نسبت سے ایکسرسائز نہیں کرتے۔ اس سے جسمانی موٹاپا بھی پیدا ہوتا ہے ان کی فالتو انرجی ایسی Fat میں تبدیل ہو جاتی ہے جو جسم کا حجم بڑھا دیتی ہے۔ بعض صورتوں میں جگر میں اگر نقص ہو تو خون کی نالیوں میں کولیسٹرول جمنے لگتا ہے۔ کولیسٹرول کی کئی قسمیں ہیں لیکن زیادہ خطرناک وہ ہے جو خون کی نالیوں کے آرپار نکل جاتا ہے۔ ان کے اوپر خون کے ذرے جم کر نالیوں کو تنگ کرنے لگ جاتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس بات کو یاد رکھیں کہ بیماریاں ملتی جلتی بھی ہوں تو ان کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں عین ممکن ہے دس یا بیس وجوہات ہوں۔

ذیابیطس کا تفصیلی تذکرہ

ذیابیطس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ پہلے خیال تھا کہ ذیابیطس دو تین قسم کی ہوتی ہے لیکن اب سینکڑوں قسم کی ذیابیطس دریافت ہوئی ہے۔ جدید ریسرچ نے بتایا ہے کہ سینکڑوں قسم کی ذیابیطس اس لئے ہے کہ اصل فیکٹر کیا ہے؟ کس نوعیت کا نقص ہے کہ جسم کو وقت پر جس انرجی کی ضرورت ہوتی ہے وہ کیوں اس میں تبدیل نہیں ہو رہی۔ انسولین اس کام پر مامور ہے۔ یہ لبلبے میں پیدا ہوتی ہے اس کے اندر ایک اور جزیرہ نما لوتھڑا لٹکا ہوتا ہے۔ اصل میں یہ انسولین بناتا ہے اور اس کا چیک بھی بناتا ہے۔ یہ بہت پیچیدہ چیز ہے اس کا ذکر میں اس لئے کر رہا ہوں کہ اس میں اللہ کی شان اور اس کی قدرت کا اظہار ہے۔ یہ خیال کہ اندھے ارتقاء نے چیک در چیک پیدا کئے ہیں ایک احمقانہ خیال ہے کہ یہ کہا جائے کہ کروڑوں سال کے ارتقاء کے نتیجے میں یہ منظم ترتیب پیدا ہو گئی ہے حالانکہ آرڈر (Order) لمبے عرصے میں Dis-order میں بدل جاتا ہے۔ پیچیدہ آرڈر تو کسی سپر دماغ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ آپ ایک جگہ چیزیں ترتیب سے سجا دیں اور وہ کچھ عرصے کے بعد بکھر جائیں تو کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ضروری نہیں عمداً کسی نے ایسا کیا ہو وقت کا ہاتھ یہ سب کچھ دکھاتا ہے۔

لیکن یہ آپ کبھی نہیں دیکھیں گے کہ چیزیں بکھری پڑی ہوں اور آپ ایک کروڑ سال بعد گھر میں

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

واپس آئیں اور سب چیزیں عین سلیقے سے سجی ہوئی ہوں۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ ٹکی ہوئی ہوں اور کوئی پوچھے کہ یہ کیسے ہو گیا کوئی آیا ہو گا تو کہیں کہ کوئی نہیں آیا۔ یہ وقت کی وجہ سے ہو گیا ہے۔ آہستہ آہستہ ہوائیں چلیں اور مختلف تبدیلیاں ہوئیں اور ایک ترتیب میں آ گئیں او یہ ترتیب زیادہ منظم ترتیب میں ڈھلتی چلی گئی۔ یہ تصور تو احمقانہ ہے حالانکہ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ جہاں ایسی آرگنائزیشن ہو جو بامقصد ہو وہ اتفاقات کے نتیجے میں نہیں ہو سکتی۔

اس کی مثال بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ جگر ایک زبردست کیمیکل انڈسٹری ہے۔ ۵ ہزار دوائیں جگر میں بن رہی ہیں لیکن کوئی شور یا کوئی دھواں نہیں ہوتا۔ شوگر کی انرجی کو بار بار خون کے خلیوں میں بھیجنا اس کے لئے ایک زبردست اور عظیم نظام قائم ہے۔ حضور نے اس سلسلہ میں بعض دلچسپ تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شوگر ایک بڑا کمپلیکس اور الجھا ہوا مضمون ہے یہ ایک کرانک بیماری ہے جو لمبے عرصے میں آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہے اور ایسی بیماریاں پیدا کر جاتی ہے جو جسم کا لازمی حصہ بن جاتی ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ کئی دفعہ شوگر کے علاج میں کامیابی ہوتی ہے اور بعض دفعہ نہیں بھی ہوتی۔ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ انگلستان میں تھے تو وہ ذیابیطس کے مستقل مریض تھے ۔ ان کو انسولین لگتی تھی اور وہ روزانہ دو یا تین یا بعض دنوں میں کم از کم ایک ٹیکہ انسولین کا خود ہی لگا لیتے تھے ان کو پتہ لگا کہ ہومیو پیتھی میں کچھ دسترس رکھتا ہوں تو انہوں نے مجھے اپنی بیماری کا بتایا اور کہا کہ اس کا کوئی علاج ہومیو پیتھی میں موجود ہے؟ میں نے ان کو جو نسخہ لکھ کر دیا وہ یہ تھا: کلکیریا فاس (Calc. Phos) کالی فاس (Kali Phos) اور نیٹرم فاس (Nat. Phos) تینوں (6 X) کی طاقت میں ملا کر اور ایک دوا نیٹرم سلف (Nat. Sulf) الگ دی جائے۔ چونکہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب بہت باقاعدہ زندگی گزارنے والے آدمی تھے اور کھانے پینے میں بے حد احتیاط کرتے تھے لہٰذا انہوں نے بڑی پابندی سے ادویہ استعمال کیں اور چند ہفتوں میں ان کی شوگر بالکل ختم ہو گئی یہاں تک کہ شوگر کے علاج کے ادارے کے وہ پروفیسر جن کے وہ زیر علاج تھے ان کے علم میں جب یہ بات آئی تو وہ بے حد حیران ہوئے۔ حضرت چوہدری صاحب نے ان کو بتایا کہ ہومیو پیتھک دوائی کے اثر سے شوگر ختم ہو گئی ہے۔ پروفیسر صاحب نے درخواست کی کہ آپ تین دن کے لئے ہمارے ادارے میں داخل ہوں تاکہ ہم اچھی طرح چیک کر سکیں۔ چنانچہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب وہاں داخل ہو گئے اور تین دن کے بعد انہوں نے قطعی طور پر اعلان کیا کہ شوگر کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

حضور انور نے فرمایا بعض دفعہ دوائی فوری اثر کرتی ہے اور بعض دفعہ ادویہ بالکل اثر نہیں کرتیں۔ بیماری کا نام ایک ہی ہوتا ہے مگر اس کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں۔ بیماری سبب نہیں بلکہ نتیجہ ہوتی ہے۔ چند چٹکلوں سے آپ ڈاکٹر نہیں بن سکتے۔ چٹکلے خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک مسافر نے ایک اونٹ کو دیکھا جس کی گردن پھولی ہوئی تھی اور سانس بند ہو رہا تھا۔ ایک سمجھدار شخص نے اندازہ لگایا کہ اس نے ایک تربوز سالم نگل لیا ہے۔ اس نے کہا اونٹ کو پکڑ کر لٹا دو۔ لٹایا گیا تو اس نے ایک اینٹ نیچے رکھی اور دوسری سے اوپر سے ضرب لگائی تو تربوز ٹوٹ گیا اور اونٹ ٹھیک ہو گیا۔ اس مسافر نے جو یہ نظارہ دیکھ رہا تھا کہا کہ اب میں سمجھ گیا ہوں اب میں علاج کر سکتا ہوں۔ اس نے اعلان کر دیا کہ ہلڑ کے مریض لے آؤ چنانچہ ایک مریض آیا اس نے اسے لٹا دیا، ایک اینٹ نیچے رکھی اور دسری سے اوپر سے ضرب لگائی وہ بے چارہ وہیں مر گیا۔

حضور نے فرمایا کہ ہومیو پیتھک میں عطائی پن نہیں چلتا۔ جو نسخے میں دیتا ہوں انہیں اس طرح استعمال کریں کہ ہو سکتا ہے کہ وقت کے اوپر فوراً کام آجائیں لیکن یہ نہ سمجھیں کہ یہ نسخہ ایک مستقل دوا ہے جو آپ کے ہاتھ میں آگئی اور اس کے اندر شفا لازم ہے۔ شفا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دوائی سے شفا کو لازمی نہ سمجھیں۔ حضور نے فرمایا کہ میری بیٹی عزیزہ شوکی کو ایک دفعہ کسی غلط خوراک کے استعمال سے شدید دمہ ہو گیا کہ جان پر بن آئی۔ میرا علاج کارگر نہ ہوا تو مجبوراً بھائی منور (صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) کے پاس لے جانا پڑا۔ تب میں نے اللہ سے دعا کی کہ خدایا مجھے صحیح دوا سمجھا دے۔ دعا کے نتیجہ میں ایسا ہوا کہ میں ایک مریض کے لئے کینسر کی دوا ڈھونڈ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ اس مرض کی جو دوا ہے اس کی علامتیں بھی عزیزہ شوکی کی علامتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ چنانچہ وہ دوا دی تو چند ہی خوراکوں میں ایسا آرام آگیا کہ پھر زندگی بھر اسے انٹی بائیوٹک دوا کے استعمال کی ضرورت نہ پڑی۔

آخر میں حضور انور نے ایکونائٹ (Acconite) کی ایک اور علامت بیان کی کہ اس میں Active Bleeding ہوتی ہے۔ خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے جو آرٹری سے آتا ہے وین سے نہیں آتا۔ Venous Bleeding ایکونائٹ کی نہیں ہوتی۔ عارضی طور پر جو اچانک خون نکلتا ہے اس کا تعلق خوف سے ہوتا ہے۔ کوئی بعید نہیں ہوتا کہ اچانک خوف سے کوئی رگ پھٹ گئی ہو۔

حضور نے فرمایا کہ ایکونائٹ جگر کی دوا نہیں ہے۔ ایکونائٹ خون کی سطح پر اثرات پیدا کرنے والی بیماریوں سے تعلق رکھتی ہے ۔ جگر اور Lungs کی گہری بیماریوں سے سلفر (Sulfur) کا تعلق ہے۔ ایکونائٹ کا تعلق حاد بیماریوں سے ہے جس میں دھڑکتا ہوا خون نکلتا ہے اور ایسے موقع پر عموماً ایکونائٹ فوری اثر دکھاتا ہے۔ ایکونائٹ اگر اثر نہ دکھائے تو سرخ خون کے نکلنے کے وقت دو اور دوائیں ہیں جو فوری ذہن میں آنی چاہئیں اس کے علاوہ اور بھی دوائیں ہیں مثلاً ملی فولیم (Millipholium) ہے وہ سرخ خون کے نکلنے سے گہرا تعلق رکھتی ہے اور اس میں بھی وجہ یہی ہوتی ہے کہ خون کا ایک طرف دباؤ ہوتا ہے اس لئے میلی فولیم کی بیماریاں بظاہر ایک دوسرے سے بے تعلق ہیں۔

حضور نے ایک مریض بچے کا ذکر فرمایا جو جب پڑھنا شروع کرتا تھا تو اس کے سر میں سخت درد ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے اوپر خون کا دباؤ پڑتا تھا وہاں اس کی رگوں میں کوئی کمزوری تھی جس کی وجہ سے تناؤ اتنا ہو جاتا تھا کہ اسے سر درد ہوتی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے ملی فولیم کا خیال آیا اور چند خوراکوں سے اللہ کے فضل سے بچہ ٹھیک ہو گیا۔ حضور نے فرمایا لیکن پڑھنے سے سر درد کا تعلق محض اعصاب سے بھی ہو سکتا ہے ضروری نہیں کہ خون کے دباؤ سے ہو۔

حضور نے فرمایا کہ میں رفتہ رفتہ دواؤں کا مزاج بتاتا جاؤں گا۔ ساتھ ہی احتیاطیں بھی بتاؤں گا۔ جب آپ ان سب سے گزر جائیں گے اور مزاج شناس ہو جائیں گے تو پھر آپ کو پڑھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ پڑھنا بھی ضروری ہے۔

سائنس کی دنیا

(آصف علی پرویز)

معمولی سوراخ کے ذریعہ آپریشن
PIN HOLE SURGERY

مختلف اعضاء کا آپریشن ایک روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ عام طور پر ڈاکٹر ایک نشتر کی مدد سے اپریشن کرنے والی جگہ کو کاٹتے ہیں تاکہ اصل عضو تک پہنچا جاسکے۔ مثلاً اگر لبلبہ (Pancreas) کا اپریشن کرنا ہو تو پیٹ پر کئی انچ گہرا شگاف ڈالا جاتا ہے تاکہ ڈاکٹر کے اوزار لبلبہ تک پہنچ سکیں اور فاسد مادہ کو صحیح حصہ سے کاٹ سکیں۔ اس کے نتیجہ میں نہ صرف غیر ضروری جراحی کرنی پڑتی ہے بلکہ اپریشن کے بعد مریض کو کافی عرصہ ہسپتال میں رہنا پڑتا ہے تاکہ اپریشن کے زخم بھی مندمل ہو جائیں اور کسی قسم کی Infection کا اثر بھی ختم ہو سکے۔ یہ طریقہ علاج کافی مہنگا پڑتا ہے اور کافی لمبا بھی ہوتا ہے۔

پچھلے چند سالوں سے ایک نیا طریقہ کار اختیار کیا جا رہا ہے جس کے ذریعہ سے چند معمولی سوراخوں کے ذریعہ ایک کیمرہ اور نہایت ہی چھوٹے آلات جراحی اپریشن والی جگہ پر پہنچائے جاتے ہیں جو تاروں سے بندھے ہوتے ہیں۔ کیمرہ ڈاکٹر کو متعلقہ اعضاء مثلاً لبلبہ کی تصویر دکھاتا ہے اور ڈاکٹر باہر سے ان آلات جراحی جیسے نشتر یا قینچی کو استعمال کر کے فاسد حصہ کو کاٹ کر باہر نکال لیتا ہے۔ چونکہ اس میں کوئی غیر معمولی شگاف نہیں دیا جاتا اس لئے مریض چند روز کے اندر اپریشن سے صحت یاب ہو کر گھر لوٹ جاتا ہے۔

اگرچہ یہ اپریشن اکثر و بیشتر کامیاب ہوتے ہیں لیکن چونکہ ڈاکٹر صرف عام کیمرہ کی طرح کی تصاویر کو دیکھ کر ہی اپنے اوزار استعمال کرتا ہے اس لئے اس بات کا امکان رہ جاتا ہے کہ غیر ارادی طور پر کسی دوسرے عضو کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ مثلاً لبلبہ ہی کے اپریشن میں اس بات کی بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ اس کے ساتھ ملحقہ نالی Bile Duct کو نقصان نہ پہنچے وگرنہ مریض کو یرقان کا مرض لاحق ہو سکتا ہے۔

سائنس دانوں نے ایک نئی مشین ایجاد کی ہے جسے Body Scanner کہا جاتا ہے۔ مریض کو اس مشین میں لٹایا جاتا ہے اور ہر زاویہ سے اس کے جسم کی تصاویر لی جاتی ہیں اسی طرح جیسے ایک فوٹو کاپی مشین تصاویر لیتی ہے۔ یہ تصاویر ایک کمپیوٹر میں محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ اس کے بعد کمپیوٹر کا ماہر (Radio Grapher) ان تصاویر کا تجزیہ کرتا ہے اور غیر ضروری تفصیل نکال دیتا ہے صرف متعلقہ اعضاء کی تصاویر ہی محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ جب ڈاکٹر اپریشن کرتا ہے تو یہ تین طرفی تصاویر (Three Dimentional Images) اسے اپریشن تھیٹر میں مہیا کر دی جاتی ہیں۔ یہ تصاویر ہو بہو اسے جسم کے اندر کی نہ صرف لمبائی اور چوڑائی بلکہ اونچائی بھی دکھاتی ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بحفاظت اپریشن کر سکتا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایسا کرنے سے اپریشن میں ناکامی کے امکانات کو بہت کم کر دیا جائے گا اور مریض پیچیدہ اپریشن کے بعد چند دنوں میں ہی صحت مند ہو سکے گا۔

دو نئی کہکشاؤں کی دریافت

ہیئت دانوں نے دو نئی کہکشاؤں کو دریافت کیا ہے۔ پہلی کہکشاں ہماری موجودہ کہکشاں "دودھیا راستہ" (Milky Way) کی ہمسایہ ہے۔ یہ دریافت ڈچ، برطانوی اور امریکی ہیئت دانوں کی مشترکہ کاوش کا نتیجہ ہے۔ جس طرح ہماری کہکشاں Spiral (گھونگے کی شکل کی) ہے اسی طرح سے یہ نئی کہکشاں بھی Spiral ہی ہے۔ اِس کا نام Dwingeloo 1 رکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ اس ریڈیو ٹیلی سکوپ کا نام تھا جس نے سب سے پہلے اس کہکشاں سے ریڈیائی شعاعیں آنے کا پتہ لگایا تھا۔ ہماری کہکشاں چونکہ بہت سی گیسوں اور گرد و غبار سے اٹی ہوئی ہے اس لئے یہ اپنے سے پیچھے آنے والی روشنی کو بہت حد تک روک دیتی تھی۔ تاہم اب ہیئت دانوں نے آئزک نیوٹن دور بین کے ذریعہ اس کی تصاویر بھی لے لی ہیں۔ گویا اب ہم نے اپنے سب سے قریبی ہمسایہ کو شناخت کر لیا ہے۔

اسی طرح ایک اور کہکشاں بھی دریافت ہوئی ہے جو ہمارے شمسی نظام سے تقریباً ۱۲ بلین نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ یاد رہے کہ ایک نوری سال (Light Year) سے مراد یہ ہے کہ روشنی (جس کی رفتار ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ ہے) ایک سال میں کتنا فاصلہ طے کرتی ہے۔

بارہ بلین نوری سال کا فاصلہ انسانی عقل کے تصور سے بھی باہر ہے! اس کہکشاں سے ریڈیائی لہریں خارج ہو رہی ہیں۔ اس کو سب سے پہلے کیمبرج (برطانیہ) کے ایک ہیئت دان نے دریافت کیا۔ اس کا نام فی الحال 635—8C1435 رکھا گیا ہے جو غالباً اس کے محل وقوع کو ظاہر کرتا ہے۔

ہیت دان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی پیدا فرمودہ کائنات ہر لحظہ پھیل رہی ہے۔ اس لئے یہ کہنا ناممکن ہے کہ کل کو اس سے پرانی کہکشائیں دریافت نہ ہوں گی۔

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
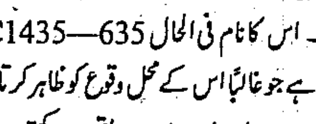
376 ILFORD LANE, ILFORD, ESSEX
081 478 7851

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

(پروفیسر راجہ نصر اللہ خان)

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ قوم افراد سے ہی بنتی ہے۔ اس لئے ہر قوم اور مہذب معاشرے میں ہر شہری کے حقوق و فرائض کا تعین کیا جاتا ہے اور اس کی حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے۔ حقوق انسانی کا سب سے بڑا علمبردار اور خیر خواہ دین اسلام ہے لیکن یہ امر حد درجہ افسوسناک اور تشویشناک ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں بعض متشدد گروہوں اور غیر ذمہ دار عناصر کی طرف سے معاشرے کا امن و سکون برباد کرنے کی گھناؤنی کوششیں پوری شد و مد سے جاری ہیں۔ چنانچہ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اب بم کے دھماکے ہوٹلوں اور بسوں کی حدود پار کر کے مسجدوں اور مذہبی مراکز میں بھی ہونے لگے ہیں۔ اور اس طرح کئی بے گناہ جانیں موت کے منہ میں چلی گئی ہیں۔ اس تشدد اور تنگ نظری کے باعث پچھلے دنوں ایک مسلمان حافظ قرآن اور ایک زیر حراست مسیحی کو نہایت ہی بے دردی اور بے حسی کے عالم میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ چونکہ یہ دردناک واقعات عقل، قانون اور انصاف سے سراسر بعید اور حد درجہ لرزہ خیز تھے اس لئے بعض اخبارات اور درد مند اہل قلم نے بجا طور پر اپنے رد عمل کا اظہار متاثر کن طریق پر کیا ہے۔

مثبت اظہار خیال

مندرجہ بالا واقعات کے سلسلے میں ہم دو تین فکر انگیز مضامین کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔

روزنامہ جنگ کے وقیع کالم نویس جناب ارشاد احمد حقانی اپنے کالم مطبوعہ جنگ ۱۰ مئی ۱۹۹۴ء میں رقمطراز ہیں:۔

"مذہبی انتہاپسندی کن خطرناک حدوں کو چھو رہی ہے اور عوام کس طرح اس کے زیر اثر آ چکے ہیں اس کا اندازہ گوجرانوالہ میں رونما ہونے والے واقعہ سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ حافظ سجاد نے قرآن پاک کی بے حرمتی دانستہ کی تھی یا نہیں کی تھی اس کی تحقیق کی نوبت آنے سے پہلے ہی چند لوگوں کے الزام لگانے اور شور مچانے کی وجہ سے اس کو سنگسار کر دیا گیا اور اس کے جسم کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی۔ کیا یہی تعلیم اسلام ہے؟ کیا دین اس قسم کی حرکات کی اجازت دیتا ہے؟ کیا ملکی قانون اس طرح قانون کی دھجیاں بکھیرنے کو جائز قرار دیتا ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہے"۔

نوائے وقت کے معروف کالم نویس جناب عطاء الحق قاسمی اپنے کالم مطبوعہ "نوائے وقت" ۲۷ اپریل ۱۹۹۴ء میں لکھتے ہیں:۔

"اخبارات میں دو دن اس واقعہ (حافظ سجاد کا بہیمانہ قتل ۔ ناقل) کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور پھر بات آئی گئی ہو جاتی ہے۔ کتنا معمولی واقعہ ہے جس پر نہ زمین کا کلیجہ شق ہوا اور نہ آسمان سروں پر آن گرا۔ لیکن زمین بھی شق ہو گئی اور آسمان بھی سروں پر آن گرے گا اگر ہم نے اس سانحے کے تمام پہلوؤں کا پوری سنجیدگی سے جائزہ نہ لیا اور ان محرکات کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی جس کے نتیجے میں لوگوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور قانون نے ان پلید ہاتھوں پر بیعت کر لی ہے"۔

پھر عطاء الحق قاسمی صاحب دوسرے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

"اسی طرح گزشتہ دنوں ایک مسیحی کو عدالت کے باہر قتل کر دیا گیا جس پر توہین رسالت کا مقدمہ چل رہا تھا اس طرح کے بے شمار واقعات نئے اور پرانے غیر مسلموں کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ ان معاملات میں چشم پوشی بلکہ داد و تحسین کے ڈونگرے برسانے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ "کفار" کے بعد اب مسلمانوں کی باری بھی آ گئی ہے۔ مسلمانوں کا ایک مشہور فرقہ ایک دوسرے مشہور فرقے کو "گستاخ رسول" قرار دیتا ہے اور دوسرا فرقہ اسے "مشرک" سمجھتا ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے کی مسجدوں پر بموں کے حملے کئے جاتے ہیں۔ "گستاخ رسول" اور "مشرک نمازیوں" کو باری باری سجدے کی حالت میں تہ تیغ کر دیا جاتا ہے"۔

(نوائے وقت ۱۰ مئی ۱۹۹۴ء)

"نوائے وقت" کے ایک مذہبی مضمون نگار جناب ڈاکٹر محمد امین نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ اپنے مضمون "اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل" کا یوں آغاز کرتے ہیں:۔

"پچھلے دنوں قتل و غارت اور تشدد کے تین اہم واقعات پیش آئے۔ ایک واقعہ میں ایک حافظ قرآن کو ایک بپھرے ہوئے جذباتی ہجوم نے بدترین تشدد سے ہلاک کر دیا۔ دوسرے میں گستاخی رسولؐ کے ایک نامزد مسیحی ملزم کو قتل کر دیا گیا جبکہ اس کے ساتھی زخمی ہوئے اور تیسرے واقعہ میں فرقہ وارانہ اختلاف کی بنا پر شاہدرہ میں ایک فرقے کی مسجد پر دہشت گردی کی واردات ہوئی جس میں بہت سے لوگ زخمی ہوئے .... تینوں واقعات دینی جذبات کی برانگیختگی کے نتیجے میں واقعہ ہوئے لوگوں نے قانون کو ہاتھ میں لے لیا، قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور معاشرے کا امن و سکون برباد ہوا"۔

(نوائے وقت ۱۶ اپریل ۱۹۹۴ء)

صائب نقطہ نظر

مندرجہ بالا اقتباسات کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تینوں فاضل مضمون نگاروں نے اصابت فکر اور جذبہ ملی سے کام لیتے ہوئے جو مشترکہ نقطہ نظر پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ تشدد اور مذہبی انتہاپسندی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ ہر فرد کی جان قیمتی ہے اور کسی شخص یا گروہ کو قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں اور یہ کہ مذہب کے نام پر ایک دوسرے کو تہ تیغ کرنا کسی طرح سے بھی جائز نہیں۔

پس صاف ظاہر ہے کہ کسی شخص یا گروہ کی اندھا دھند عصبیت جہالت اور غارت گری کا مذہبی طور پر کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد امین اپنے محولہ بالا مضمون (مطبوعہ نوائے وقت ۱۶ اپریل ۱۹۹۴ء) میں ایک مسئلے کا ذکر کرتے ہیں:۔

"جہاں تک قرآن کریم کی عمداً اہانت کا تعلق ہے کسی فقہی مذہب نے بھی اس کی سزا موت مقرر نہیں کی بلکہ بعض فقہاء نے قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلا کر تلف کر دینے کو بھی ایک مباح طریقہ قرار دیا ہے .... بعض روایات کی رو سے حضرت عثمان بن عفانؓ نے بھی ایک جامع مصحف کی تیاری کے بعد باقی نسخوں کو اکٹھا کر کے سرکاری اہتمام میں جلا کر تلف کر دیا تھا اور صحابہ کرام سے ان کے اس فعل پر کوئی نکیر ریکارڈ پر نہیں ہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"یہی بات ہم عام مسلمانوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اہانت قرآن کے معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے زیادہ غیرت مند نہ بنیں۔ جب اللہ اور اس کے رسولؐ نے اہانت قرآن کی سزا موت نہیں رکھی تو ہم کون ہوتے ہیں کسی مسلمان کو اہانت قرآن کے جرم پر موت کی سزا دینے والے"۔

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے

اسلام ایسا سلامتی اور امن کا دین ہے جس کی نظیر کسی اور مذہب میں نہیں ملتی چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "لا اکراہ فی الدین" (سورہ البقرہ رکوع ۳۴) یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ اسلام کا رواداری اور آشتی کا دین ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ فتح مکہ کے دن جبکہ حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخالفین پر مکمل اور عظیم الشان غلبہ حاصل ہوا۔ آپ نے اپنے دشمنوں کو فرمایا "لا تثریب علیکم الیوم" کہ آج تم پر کسی قسم کی کوئی ملامت یا پکڑ نہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت اور عفو سے کام لیتے ہوئے اپنے بدترین دشمنوں کو معاف فرما دیا اور ساتھ ہی ان کے دل بھی جیت لئے ۔ اسلام دین فطرت ہے اور وہ ہر قسم کی خلاف فطرت و خلاف انسانیت متشددانہ طریقوں کی نفی فرماتا ہے۔ معروف دینی مضمون نگار ڈاکٹر محمد امین اپنے مضمون "کیا فرقہ واریت کا علاج ممکن ہے" (مطبوعہ نوائے وقت ۱۴ مئی ۱۹۹۴ء) میں اس نکتے کو یوں واضح کرتے ہیں:۔

"ڈنڈے کے زور سے نہ کسی کو قائل کیا جا سکتا ہے اور ریاستی قوت کے ہوتے ہوئے نہ کسی کو بزور کچلا اور دبایا جا سکتا ہے یا ختم کیا جا سکتا ہے نہ دین اسلام اپنے کسی پیروکار کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے بلکہ ہم تو کہیں گے کہ اسلام اس طریقے سے تو غیر مسلموں پر بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا"۔

اسلام اور انسانیت
(اہل علم کی تحریرات)

مولانا عبدالستار خان نیازی اپنے مضمون مطبوعہ نوائے وقت (اشاعت خاص) مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۹۴ء میں تحریر کرتے ہیں:۔

"قرآن پاک میں تمام انسانیت کو امت واحدہ قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں جناب خاتم الانبیاء والمرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "الخلق عیال اللہ" تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہے .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں اور باہم بھائی بند ہیں"۔

جناب اسماعیل قریشی، سینئر ایڈووکیٹ اپنے مضمون "خطبہ حجۃ الوداع .... انسانی حقوق کا سب سے پہلا چارٹر" مطبوعہ نوائے وقت ۲۰ مئی ۱۹۹۴ء، میں رقمطراز ہیں۔

"(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) انسانی حق مساوات و احترام آدمیت کا اس طرح اعلان فرمایا۔

"اے انسانو! دیکھو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا اب (یعنی باپ) بھی ایک ہی ہے۔ اس لئے تم ایک اور یکساں ہو۔ کسی گورے کو کالے پر کسی سیاہ کو سفید پر کسی قسم کی کوئی فضیلت یا برتری حاصل نہیں۔ سب اولاد آدم ہونے کے رشتے برابر ہیں"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"قرآن نے ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے گویا ساری انسانیت کو بچا لیا۔

جس نے کسی انسان کو جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی گویا اس نے ساری انسانیت کو بچا لیا (المائدہ : ۳۲)۔

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK ROAD, SOUTHFIELDS, LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

اس آیت مبارکہ کی تشریح میں صاحب مضمون فرماتے ہیں:-

"یہی بنیادی فرق ہے وضعی اور فطری یا الٰہی قانون میں جس ایک انسانی جان کو اتنا محترم اور حرمت والا بنا دیا گیا ہے کہ اسے بچا لینا ساری انسانیت کے تحفظ اور بقا کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے اسلام میں کسی شخص کے بلاوجہ قتل کو سارے انسانوں کا قتل قرار دے کر مجرم کو دنیا میں سزائے موت دی گئی ہے اور آخرت میں بھی ابدی جہنم کا سزاوار بنا دیا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان جو اپنے دین اور مذہب پر ایمان رکھتا ہو کسی انسان کے ناحق قتل کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس جرم کی سزا سے وہ دونوں جہانوں میں کہیں بھی بچ نہیں سکتا۔ گزشتہ دنوں پاکستان میں مذہب کی آڑ میں چند روح فرسا واردات ہوئی ہیں ان میں ایک تو منظور مسیح کا افسوسناک قتل ہے .... اس کے علاوہ اکثر مسلمان نوجوان بھی مساجد اور امام بارگاہوں کے اندر اور باہر فائرنگ سے ہلاک ہوئے ہیں"۔

(خطبہ حجۃ الوداع .... انسانی حقوق کا سب سے پہلا چارٹر، مطبوعہ نوائے وقت ۲۰ مئی ۱۹۹۴ء)

جناب عطاء الحق قاسمی جن کے کالم "اسلام کے خوبصورت چہرے پر مذہبی جنونیت کا تیزاب" کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اپنے مضمون کو یوں ختم کرتے ہیں:-

"ہم نے اسلام کے خوبصورت چہرے پر مذہبی جنونیت کا تیزاب پھینک کر اسے مسخ کر دیا ہے جن لوگوں نے تنگ دلی کی یہ آگ بھڑکائی ہے ان سے یہ آگ بجھانے کی توقع نہ کریں بلکہ اسلام کے سچے عاشق آگے بڑھیں اور اسلام سے بیزار ہوتی ہوئی نئی نسل کو بتائیں کہ اصل اسلام وہی ہے جو خدا نے رسولؐ پر اتارا اور حضور اور خلفائے راشدین کے زمانے میں جس کی عملی شکل سامنے آئی۔ موجودہ اسلام چند سنگ دلوں کی تخلیق ہے"۔

(نوائے وقت ۲۷ اپریل ۱۹۹۴ء)

آگ بھڑکانے والے کون ہیں

اس قدر ظلم و تشدد پر اکسانے اور منافرت اور تشدد کی آگ بھڑکانے والوں کے چہروں کی نقاب کشائی اور پہچان کرانا بھی ضروری ہے تاکہ بھولے عوام جو ان کے زیر اثر آ کر ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے کو تیار ہو جاتے ہیں ان کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو سکیں اور اپنے دامن کو اپنے ہی ہاتھ سے آگ لگانے اور امن و امان کے خرمن کو خود ہی خاکستر کر دینے سے بچ سکیں۔ عوام کے ہاتھوں عوام ہی کا خون کرانے والے اور مختلف طبقوں اور گروہوں کو آپس میں لڑنے لڑانے کو ثواب اور مذہبی فریضہ قرار دینے والے یہ بے رحم لوگ کون ہیں۔ وہی مذہبی ٹھیکیدار جو فرقہ واریت کے علمبردار اور سالار ہیں ویسے آج کل کی لکھی پڑھی اور علم و فن کی دنیا میں یہ بات ناقابل فہم حد تک حیرت ناک لگتی ہے کہ یہ مذہبی راہنما جو علم و فضل کی اسناد اور ظاہری طور پر بزرگی و فضیلت کی دستار سے آراستہ ہیں اور جن کے پاس دینی علم کے ذخائر ہیں اور وہ اتفاق اور اتحاد کی اہمیت و برکت اور نفاق و تفریق کی نحوست و ذلت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں پھر اس قدر فرقہ پرستی اور فساد و اختلاف میں کیوں مصروف ہیں کہ علامہ اقبال کا یہ شعر حقیقت لگتا ہے:

دین کافر فکر و تدبیر و جہاد
دین ملا فی سبیل اللہ فساد

شاید بعض احباب یہ خیال فرمائیں کہ ہم کچھ مبالغہ سے کام لے رہے ہیں اس لئے ہم اس بات کی پوری وضاحت آج کل کے مشہور اہل قلم و علم کی تحریروں سے پیش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے خود علمائے عظام کی تحریریں نقل کرتے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟

معروف مذہبی سکالر اور امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب فرماتے ہیں:-

"اگر آپ کو مذہب کی بنیاد پر ہی قوم کی سیاسی صف بندی کروانی ہے تو یہ مذہب چار جگہوں پر تقسیم تو نہ ہو کہ یہ مولانا نورانی میاں کا مذہب ہے، یہ مولانا فضل الرحمان کا مذہب ہے، یہ قاضی حسین احمد کا مذہب ہے اور یہ اہل حدیثوں کا مذہب ہے۔ اس صورت میں تو تباہی ہی تباہی، بربادی ہی بربادی ہے لیکن افسوس کہ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہاں مذہبی سیاسی جماعتوں کا اس طرح کا اتحاد محال ہے جو نہ کبھی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے ہاں تو یہ ہوتا ہے کہ ہر مذہبی جماعت کسی سیکولر جماعت کے ساتھ تو جڑ جاتی ہے لیکن دو مذہبی جماعتیں آپس میں نہیں جڑتیں"۔

(پاکستان کی موجودہ سیاست (۲) مطبوعہ نوائے وقت ۲۱ اگست ۱۹۹۳ء)

منہاج القرآن اور عوامی تحریک کے سربراہ پروفیسر طاہر القادری کا بیان:-

"یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہمارے ہاں تمام دینی جماعتیں مسلکی بنیادوں پر قائم ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام کرتی ہیں .... جہاں مسلکی ترجیحات اولین حیثیت اختیار کر جائیں اور دینی راہنماؤں میں ذاتی انا کی تسکین مسئلہ بن جائے وہاں مستقل اتحاد ممکن نہیں .... ذاتی انا کی واضح مثالیں آپ کے سامنے موجود ہیں کہ دینی جماعتوں میں قیادت کے مسئلہ پر گروپ بن گئے ہیں حالانکہ دونوں گروپوں کے عقائد ایک ہی ہیں .... ہر گروپ اپنے اپنے قائد کی ہدایت پر مصروف عمل ہے حتیٰ کہ یہ لوگ سیاسی اتحاد بھی دوسری جماعتوں سے کر لیتے ہیں۔ آپس میں متحد نہیں ہوتے"۔

(نوائے وقت ۲۹ اگست ۱۹۹۳ء)

"اتحاد بین المسلمین" کا عملی "نمونہ" کی طنز آمیز اور معنی خیز سرخی کے تحت "نوائے وقت" اپنی ۱۹ جون ۱۹۹۳ء کی اشاعت (صفحہ آخر) میں یہ خبر دیتا ہے:-

"آج سرگودھا میں اتحاد بین المسلمین کانفرنس کے موقع پر اذان مغرب کے بعد تمام فرقوں کے علمائے کرام الگ الگ ہو گئے اور سنی، شیعہ، دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث علمائے کرام نے الگ الگ نماز مغرب ادا کر کے اتحاد بین المسلمین کا "نمونہ" عوام کے سامنے پیش کیا"۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھوں میں تلوار بھی نہیں!!

اس واقعہ اور "نمونہ" کے ضمن میں نوائے وقت مورخہ ۳۰ جون ۱۹۹۳ء کے کالم سر راہے میں لاہور کے ایک قاری کی یہ تحریر شائع ہوئی ہے:-

"اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ ۱۹۸۷ء میں بھی پیش آیا جب مولانا عبدالستار خان نیازی کی اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر تحریر کردہ ایک کتاب کی رونمائی ہو رہی تھی۔ اس تقریب میں بڑے بڑے علمائے کرام شریک تھے انہوں نے فرقہ واریت کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیں۔ لیکن جب نماز کا وقت آیا تو تمام علمائے کرام نے اپنی جماعتیں الگ الگ کھڑی کر لیں۔ (قطعہ بھی)۔

لب پہ قومی مفاد کی باتیں
دل میں شر و فساد کی باتیں
جو نمازیں اکٹھی پڑھ نہ سکیں
وہ کریں اتحاد کی باتیں!!

فرقہ واریت کا جن

فرقہ واریت کا جن ہے ہر کہ و مہ پر سوار
کر دیا ہے دامن ملت کو جس نے تار تار
نفرتوں کا زہر ہر اک کی رگوں میں ہے رواں
بر سر پیکار ہیں احزاب سب دیوانہ وار
آج گر صید کلاشنکوف ہے اہل تشیع
دوسرے دن ایک سنی کر دیا جاتا ہے پار
"نیست ہمچو دیگرے" مسلک یہ ہر فرقے کا ہے
آج ہے معراج پر کافر گری کا کاروبار
کس طرح ممکن ہے باہم اتحاد و اتفاق
جب نہیں ہے کلمہ توحید ایماں کا مدار
سرور کونینؐ کے ارشاد سے ہو انحراف؟
اس پہ خوش فہمی کہ ہوں گے ہم جہاں میں کامگار؟
پھینک کر یوسف کو چاہ میں مطمئن سب ہو گئے
یہ نہ سوچا ایک دن ہونا پڑے گا شرمسار
فرقہ واریت کے جن کو قابو کرنے کے لئے
شور ہے چاروں طرف لیکن نہیں کچھ اختیار
یہ سزا ہے کلمہ توحید کی توہین کی
ہر طرف ہے نامرادی ہر طرف ہے انتشار
فرقہ واریت کا جن ہے یوں مسلط قوم پر
آہنی پنجوں سے اس کے اب نہیں ممکن فرار
ہو گئی مقہور ملت اپنے ہی اعمال سے
جب بہتر نے دکھایا شیوہ اصحاب نار
سب نے مل کر جبکہ بوتل سے نکالا ہے یہ جن
کس طرح ممکن ہے ملت کے نصیبوں میں قرار
اب تو خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا دوستو!
مٹ نہیں سکتے تمہارے اختلاف و انتشار
حضرت سلمان کی مانو تو پاؤ گے نجات
اپنا رشتہ مہدی برحق سے کر لو استوار

(چودھری شبیر احمد)

Earlsfield Properties

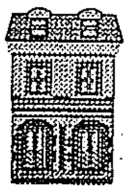

RENTING AGENTS
081 877 0762

PROPERTIES WANTEDIN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

(نوائے وقت ۳۰ جون ۱۹۹۳ء)

ایک ہی مسلک کے دو بڑے علماء کا "باہمی اکرام" قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ الیکشن ۱۹۹۳ء کے سلسلہ میں مختلف سیاسی اور مذہبی شخصیتوں کو ٹی۔ وی پر اظہار خیال کا موقع دیا گیا تھا۔ چنانچہ مئی ۱۹۹۳ء میں بریلوی مسلک کے مذہبی اور سیاسی لیڈر مولانا شاہ احمد نورانی کو بھی ابنائے وطن کی کثیر تعداد نے ٹی۔ وی پر دیکھا اور سنا۔ انٹرویو کے دوران مولانا نورانی نے مولانا عبدالستار نیازی پر تنقید کرتے ہوئے کہا:۔

" وہ ایک کروڑ روپے، رائے ونڈ میں زمین کے ٹکڑے اور سینیٹ میں ایک سیٹ کے وعدے کے لالچ میں آکر نواز شریف سے جا ملے اور اس کا ثبوت "پاکستان میں سازشوں کا دور" نامی کتاب سے بھی ملتا ہے"۔

(نوائے وقت ۲۵ مئی ۱۹۹۳ء صـ ۶)

جواب آں غزل

قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ نوائے وقت کی اس اشاعت (۲۵ مئی ۹۳ء) میں اسی صفحہ (۶) پر مولانا عبدالستار نیازی کا جوابی بیان بطور "نہلے پہ دہلا" ان الفاظ میں شائع ہوا ہے:۔

" مذہبی امور کے سابق وفاقی وزیر اور جمیعت علمائے پاکستان (نیازی گروپ) کے سربراہ مولانا محمد عبدالستاز خان نیازی نے جمیعت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) اور اسلامی جمہوری محاذ کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کے اس بیان کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے جو انہوں نے ٹیلی ویژن کے پروگرام "کٹہرا" مین دیا اور جس میں انہوں نے الزام لگایا کہ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے نواز شریف سے دو کروڑ روپے لئے ہیں ..... (مولانا عبدالستار نیازی نے کہا) ان لوگوں نے میاں شہباز شریف سے دس لاکھ روپے بھی وصول کر لئے۔

اب بتایئے مولانا نورانی کا دعویٰ سچا ہے یا مولانا نیازی کا جواب دعویٰ۔ ہم تو ہر دو حضرات کی خدمت میں یہ شعر ہی پیش کر سکتے ہیں:

بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
اگر اس طرہ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

معروف مذہبی مقالہ نویس ڈاکٹر محمد امین اپنے مضمون "ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق" مطبوعہ نوائے وقت ۷ جنوری ۱۹۹۴ء میں یہ راز کھولتے ہیں:۔

" اہل دین کی ناکامیوں میں ان کے اخلاقی اسباب کی طرف اشارہ کرنا ہمارے لئے باعث ندامت ہے لیکن موضوع کا احاطہ کرنے کی مجبوری بھی ہے۔ مسجدوں اور مدرسوں کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مدرسوں میں مقیم طلبہ کی اخلاقی تربیت اور ان کی شخصیت کی تعمیری نشوونما کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کا سب سے بڑا مسئلہ تلاش معاش ہوتا ہے اور اس کے لئے ایسے ایسے حربے اختیار کئے جاتے ہیں جن کا ہمارے دفتروں اور بازاروں میں تلاش رزق کی جدوجہد کرنے والے "بے دین لوگ" تصور بھی نہیں کر سکتے۔ پلاٹوں پر ناجائز قبضے، مسجدوں کی تعمیر اور ان کے زبردستی قبضے لینا اور نمازیوں کو فرقہ وارانہ بنیادوں پر لڑانا اس کا معمولی سا حصہ ہیں۔ علاوہ ازیں دینی عناصر کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ ان کا عدم اتحاد ہے اور ان کے متحد نہ ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ دینی قائدین کی انانیت، ان کی ہوس جاہ و مال اور ان کے ذاتی اور گروہی مفادات ہیں"۔

دوسرے اہل دل و نظر کے تاثرات

آیئے علمائے کرام کے بعد اب کچھ اور اہل علم کے مشاہدات اور خیالات کو پڑھ دیکھیں۔

ہمارے ملک کی عظیم علمی و طبی شخصیت اور سابق گورنر سندھ حکیم محمد سعید صاحب کا ایک درد آمیز و درد انگیز مضمون بعنوان "پاکستان میں فکری صوبائی اور سیاسی ناہمواریاں کیوں" نوائے وقت یکم اپریل ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

" آج جب میں پاکستان کو پیش آمدہ مسائل پر سوچتا ہوں اور یہاں کے نہایت انسانیت سوز اور اخلاق سوز حالات پر غور کرتا ہوں تو میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے"۔

پھر ملکی انتشار و انحطاط کے سلسلہ میں علمائے کرام کے حصے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ہمارے واجب الاحترام علمائے کرام جو بجا طور پر مزاج امہ میں دخیل ہونے کے دعوے دار ہیں خود قرآن و سنت کے پیرو نہ رہے۔ اس لئے ان کے مواعظ اس درجہ بے اثر ہوئے کہ ہندی اور مغربی تہذیبی یلغاروں کے آگے ماند پڑ گئے .... اب تو نوبت یہ آچکی ہے کہ پارلیمان ملی میں پاکستان کے متعدد دینی جماعتوں کی نمائندگی صرف آٹھ اراکین کرتے ہیں..... علمائے کرام بلا استثناء فرقہ سازیوں اور فرقہ بازیوں میں اس شدت سے مصروف ہوئے ہیں کہ حقیقت اسلام کے ادراک سے محرومی انکا مقدر ہو گئی"۔

اب عطاء القاسمی ایسے معروف کالم نویس کے یہ قابل غور الفاظ مطبوعہ نوائے وقت ۲۴ مئی ۱۹۹۳ء میں ملاحظہ فرمایئے:۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ جماعت اسلامی ملک میں "اسلامی نظام" کا نفاذ چاہتی ہے۔۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی جمیعت علمائے پاکستان "اسلامی نظام" نہیں "نظام مصطفیٰ" کے نفاذ کی خواہش مند ہے۔ مولانا طاہر القادری کی عوامی تحریک نہ "اسلامی نظام" چاہتی ہے اور نہ ہی "نظام مصطفیٰ" بلکہ وہ "مصطفوی انقلاب" برپا کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں اختلافات اتنے شدید ہیں کہ ایک سیاسی اتحاد کے موقع پر ایک مذہبی جماعت کے راہنما کو امامت کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا "اگر آپ میرے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو میری نماز نہیں ہوگی!"۔

واہ واہ۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی! کیا کہنے حضرت مولانا کے! اب تک تو یہ سنتے آئے تھے کہ ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ان کی نماز ضائع ہو جائے گی لیکن اب تو نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ مولانا موصوف خود اپنی امامت میں بھی "کسی غیر مسلکی" کو اپنے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں کہ اس طرح مولانا کی اپنی نماز "بھرشٹ" ہو جائے گی!!

آپ ہی کہیے مولانا کی اس "خود پسندی" اور "بالا دستی" کا ذکر پڑھ کر کیا فوری طور پر اس گرگ متکبر و سفاک کی کہانی ذہن میں نہیں آجاتی جس نے ایک مسکین اور سادہ لوح بھیڑ کے بچے کو گرج دار آواز میں کہا تھا "تم میرے پینے کے پانی کو گندہ اور پلید کیوں کر رہے ہو؟" جبکہ حقیقت میں وہ تیز و تند بھیڑیا اونچائی کی طرف سے پانی پی رہا تھا اور الٹا اس کا جھوٹھا پانی نشیب میں کھڑے غریب بھیڑ کے بچے کی طرف بہہ رہا تھا۔

آہ۔ بتوں نے کی ہیں خدائیاں کیا کیا!!

ہمارے قومی اخبارات و رسائل میں ان علمائے ظاہر کی فرقہ پرستیوں اور ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانے کے جنون کا تذکرہ وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ ہم ان ان گنت حوالوں میں سے آج کی نشست میں ایک حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ ۲۴ جولائی ۱۹۹۳ء کے نوائے وقت کے اداریہ کا ہے جس میں لکھا ہے:۔

" دینی راہنماؤں کے باہمی اختلاف کی انتہا تو یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں اور اگر کبھی چیلنج سمجھ کر مخالف فرقے کے امام کے پیچھے نماز پڑھ بھی لی تو بعد میں نماز دوبارہ ادا کی گئی"۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ "حالت یہ ہے کہ ہر دینی جماعت مزید گروہوں میں بٹ چکی ہے اور آپس میں متحد نہیں ہے"۔

ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر نے جس نے اپریشن کیا تھا ہمیں بڑی خوشی سے بتایا تھا کہ اب تمہارا آدھا دل ٹھیک ٹھاک کام کر رہا ہے۔ ہم نے کہا "باقی آدھا؟" ہنس کر کہنے لگے "دل کے معاملے میں جمع تفریق نہیں ہوتی اس لئے باقی کے بارہ میں پوچھنا، سوچنا چھوڑ دو" چنانچہ ہم نے بھی دل کو مرفوع القلم سمجھ رکھا ہے۔ استاذی المحترم چوہدری محمد علی صاحب مدظلہ کا شعر نوک قلم پر آگیا ہے۔

دل کے ہاتھوں کس نے سکھ کا سانس لیا
دوست پریشاں حال ہیں دشمن جلتے ہیں!

مگر ہم خوش ہیں کہ پہلے پورا دل بھی آدھا کام نہیں کرتا تھا اب آدھا دل بھی پورا کام کر رہا ہے!

ذکر ساجدہ مرحومہ کے اوصاف کا کرنا مقصود تھا۔ مہمان داری تو اس کا جوہر تھا ہی ایک اور چیز نے بھی ہمیں بہت متاثر کیا۔ جن دنوں ہم ہارٹلے پول میں ان کے مہمان تھے حضرت آپا طاہرہ صدیقہ ناصر سلمہا بھی وہیں تشریف رکھتی تھیں۔ حضرت آپا طاہرہ صدیقہ سلمہا نے ازراہ کرم اپنی ایک نظم ہمیں اصلاح کے لئے دی۔ ساجدہ وہ نظم ہمارے پاس لائیں اور کہا "حضرت آپا جان نے یہ نظم آپ کو اصلاح کے لئے بھیجی ہے"۔ ہمیں یہ بات بہت اچھی لگی۔ حضرت آپا طاہرہ صدیقہ رشتہ میں ساجدہ کی نند تھیں، عمر میں اس سے کہیں چھوٹی تھیں مگر ساجدہ مرحومہ نے اسی احترام اور محبت سے ان کا نام لیا جس احترام کی وہ اپنے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے مستحق تھیں۔ اللہ تعالیٰ ساجدہ مرحومہ کو اس کا اجر عطا فرمائے آمین۔ ساجدہ کو ہی نہیں ہم نے عزیزم ڈاکٹر حمید احمد خان کو بھی حضرت آپا طاہرہ صدیقہ کو حضرت آپا طاہرہ کہتے ہی سنا ہے۔

ہم نے ہارٹلے پول کی جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات شاید نہیں لکھی کہ یہ انگلستان کی واحد جماعت ہے جس میں انگریزوں کی اکثریت ہے اور ان انگریزوں میں سے بیشتر ساجدہ مرحومہ کی تبلیغ سے احمدیت کی آغوش میں آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ساجدہ کی مساعی قبول فرمائے آمین۔

ساجدہ مرحومہ کے ذکر میں اس کے جن بزرگوں کا ذکر درمیان میں آگیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو بھی جاری رکھے آمین۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ بیگم و بریگیڈئر وقیع الزمان خان، عزیزی ڈاکٹر حمید احمد خان، ساجدہ کے ماموں منان مغنی اور ساجدہ کے بچے اللہ سب کے ساتھ ہو آمین۔

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

SUPPLIERS OF FROZEN AND
FRIED MEAT - VEGETABLE
& CHICKEN SAMOSAS
LAMB BURGERS
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD,
LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882
PARTIES CATERED FOR

CAN YOU SERIOUSLY
AFFORD TO TRAVEL BY
AIR WITHOUT FIRST
CHECKING OUR PRICES?
PHONE US FOR A QUOTE
ATLAS
TRAVEL
THE TRAVEL AGENTS YOU
CAN TRUST
061 795 3656
493, CHEETHAM HILL ROAD,
MANCHESTER, M8 7HY

Al Fazl International Weekly, London

16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517

FAX NO. 081-870 1095

Vol. 2 Friday, February 10, 1995 No. 6

شذرات

(م-ا-ح)

اب کہ بہی خواہان ملت کو مُلّا کی تخریب کاریوں کا کچھ احساس ہونے لگا ہے، ان میں سے ایک ناطق اور موثر طبقہ نے جمہور کو اس خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے پے در پے مضامین لکھے ہیں یا بیانات دیئے ہیں تو ملا بھی مشتعل ہو کر جوابی وار کرنے لگا ہے۔ ان میں سے جو تشدد پسند ہیں وہ ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم اسلامی انقلاب بندوق کی گولی سے لائیں گے (مولانا فضل الرحمٰن۔ گوئل کے مقام جتہ پہ جلسہ عام سے خطاب۔ رپورٹ روزنامہ جنگ لندن ۲۸ جون ۱۹۹۴ء) اور کچھ وہ ہیں جو ملا کی خدمات گنوا کر عوام سے یہ اپیلیں کر رہے ہیں کہ ان پر رحم کیا جائے اور انہیں پیٹ کی مار نہ دی جائے۔ اس دوسرے طبقہ میں سے ایک صاحب ثناء اللہ سیالکوٹی ہیں جنہوں نے "ملا کی خدمات" کے عنوان سے ایک مراسلہ چھپوایا ہے۔ اس میں پہلے تو یہ شکایت ہے کہ:

"اکثر ماڈرن حضرات علماء کرام کو خوب تنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ بات کوئی بھی شروع کریں کمند آکر ان پر ہی توڑتے ہیں۔"

اس کے بعد ملا کے کردار اور اس کی خدمات پر مشتمل ایک طویل اقتباس قدرت اللہ شہاب کی خود نوشت سوانح سے درج کیا ہے اور آخر میں یہ درخواست ہے:

"خامیوں اور نقائص کے باوجود اگر اس ملک میں ملا کا حصہ نہ ہوتا یہ معاشرہ نئی نسل کو ہڑپ کر جاتا۔ یہی اس ملک میں اپنوں اور بیگانوں کے طعنے سننے کے باوجود اسلام کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے۔ اگر ان میں کوتاہی نظر آتی ہے تو اس کی تعمیری طریقے سے اصلاح کیجئے۔" (روزنامہ جنگ لندن۔ ۴ دسمبر ۱۹۹۴ء)

اب شہاب نامہ کی عبارت میں سے متعلقہ سطور پڑھ لیں:

"۔۔۔۔ دینی رجحان رکھنے والوں کو طنز و تشنیع کے طور پر مولوی کہا جاتا ہے۔ مسجدوں کے پیش اماموں پر جمعراتی، شبراتی، عیدی، بقر عیدی، قل اعوذیئے ملاؤں کی پھبتیاں کسی جانے لگیں۔ لو سے جھلسی ہوئی گرم دوپہروں میں خس کی ٹٹیاں لگا کر بیٹھنے والے، یہ بھول گئے کہ محلے کی مسجد میں ظہر کی اذان ہر روز عین وقت پر کس طرح ہوتی ہے۔ کڑکڑاتے ہوئے جاڑوں میں نرم و گرم طاقوں میں لپٹے ہوئے اجسام کو اس بات پر کبھی حیرت نہ ہوئی کہ اتنی صبح منہ اندھیرے اٹھ کر فجر کی اذان اس پابندی سے کون دیئے جاتا ہے۔ یہ ملا کا ہی فیض تھا کہ کہیں کام کے مسلمان، کہیں نام کے مسلمان اور کہیں محض نصف نام مسلمان ثابت و سالم و برقرار رہے۔ برصغیر کے مسلمان عموماً اور پاکستان کے مسلمان خصوصاً ملا کے اس احسان عظیم سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہوسکتے جس نے کسی نہ کسی طرح، کسی نہ کسی حد تک ان کے تشخص کی بنیاد کو ہر دور اور ہر زمانے میں قائم رکھا۔"

ہمیں حیرت ہے کہ اس بات کے لئے مراسلہ نگار کو قدرت اللہ شہاب جیسے متلون مزاج اور محسن کش سرکاری افسر کی سند لانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ وقت پر اذان دینے، بچوں کو قرآن مجید پڑھانے اور موت فوت، شادی بیاہ اور ختنہ، عقیقہ کی رسوم ادا کرنے والے امام مسجد کی شخصیت تو ویسے ہی سب کو محبوب ہے اور اس کی جائز پرورش اور مناسب احترام میں کبھی کسی سے کوتاہی نہیں ہوئی۔ یہ ماڈرن حضرات جس ہستی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور جس کی بیخ کنی کے درپے ہیں یہ معاشرے کا ناسور وہ مظہر ہے جو تفرقہ بازی اور باہمی تکفیر کا بانی ہے۔ جو مسلمان کو مسلمان سے لڑاتا ہے۔ جو مسجدوں کے اندر اور گلی کوچوں میں فساد کرتا ہے۔ جو کہیں تو اپنی جہالت یا حرص و طمع کے مارے چند روپوں کے لئے نکاح پر نکاح پڑھا دیتا ہے اور کہیں ہیلی فیکس کے حافظ عبدالقادر نوشاہی کی صورت میں ایک دن ایک شہر میں عید کی امامت کرتا ہے اور دوسرے دن دوسرے شہر میں جاکر عید پڑھا آتا ہے اور پوچھیں تو کہتا ہے میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے لیکن عید پڑھائی کی اجرت کہیں بھی واپس نہیں کرتا۔ ملا کے نکتہ چین حضرات کا اعتراض اس پر نہیں جو آنہ دو آنے لے کر مرغی ذبح کردے بلکہ وہ اس طائفہ کی مذمت کرتے ہیں جس نے تعلیم و تربیت کے اپنے منصبی فرائض کو چھوڑ کر عقیدے کے بل پر اقتدار سنبھالنے کی بازی لگا رکھی ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو دوسروں کے سماجی مقاطعے اور قتل و غارت کی تلقین کرتے ہیں اور وہ بھی جو بندوق کی گولی کے زور پر انقلاب لانے کی باتیں کرتے ہیں۔ ایسے بھی بے پیندے کے لوٹے سرکاری درباری مولوی ہیں جو کبھی ایک سیاسی پارٹی کے ارکان کو جنت کے سرٹیفکیٹ دیتے ہیں اور کبھی انہیں فدائیوں کو جہنم رسید کرتے ہیں۔ خطرہ اس ملا سے نہیں جو بچوں کو الف بے تے پڑھانے کے عوض سالانہ ششماہی فصل میں سے اپنا گزارا طلب کرتا ہے، خطرہ ان سے ہے جو جگا ٹیکس وصول کرنے کے لئے غنڈہ گردی کرتے ہیں۔ جنہوں نے سپاہ صحابہ، لشکر اہل بیت اور خدام ختم نبوت کے ناموں سے کفن پوش جتھے اور موٹر سائیکل سوار بمباز دستے بنا رکھے ہیں۔ یہ جو مسجدوں میں بم پھینکنے اور راہ چلتے لوگوں پر گولیاں چلانے کے واقعات ہو رہے ہیں وہ انہی کا کیا دھرا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کی تعلیم دینے والے تو لائق صد تحسین ہیں۔ مردود وہ ہیں جو "علمائہم" کے زمرہ میں آتے ہیں اور جنہیں دربار رسالت سے علماء سوء کا خطاب مل چکا ہے۔ مندرجہ بالا صفات کے حامل "علماء" کی نشاندہی تو ثناء اللہ سیالکوٹی صاحب کے ممدوح، سب سے زیادہ ماڈرن، علامہ اقبال نے بھی کی تھی اور کوئی دن نہیں گزرتا کہ دیدہ بینا رکھنے والے اہل دانش ان پر پھٹکار نہیں کرتے۔ کیا سیالکوٹی صاحب کو اقبال کے ان مشہور و معروف افکار سے اختلاف ہے جب انہوں نے کہا تھا

دین ملائی سبیل اللہ فساد

یا

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

یا

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرو دلق اویس و چادر زہرا

یا

ہے بد آموزی اقوام و ملل کام اس کا

امت مسلمہ مرحومہ کے اجلے بدن پر اس خبیث سرطان کی تباہ کاریوں کا نقشہ ملت کا درد رکھنے والے ہر صاحب دل نے کھینچا ہے۔ ابھی اس مراسلہ کی اشاعت سے ایک روز قبل مشہور کالم نگار عبدالقادر حسن نے (جو خود بھی ایک دینی گھرانے کے فرد ہیں) "علماء کی خدمت میں دست بستہ" کے عنوان سے ان شرپسندوں کی کرتوتوں کا ذکر کرکے لکھا تھا۔

"اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ بدامنی اور علماء کرام ہم معنی اور لازم و ملزوم ہوتے جا رہے ہیں اور کوئی دن نہیں جاتا کہ ملک کے کئی شہروں میں فرقہ وارانہ فساد، تخریب کاری یا منافشت کی کوئی اور قبیح صورت سامنے نہیں آتی۔ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جارہا ہے۔ ہر فرقے کے کچھ غازی ہیں اور کچھ شہید۔" (روزنامہ جنگ لندن۔ ۳ دسمبر ۱۹۹۴ء)

لہٰذا مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی اطمینان رکھیں کہ "ماڈرن حضرات" کی تشویش ان کے یا انکی جمعیت اہلدیث کے بھولے بھالے علماء کے بارے میں نہیں ہے۔ جن خدشوں کا اظہار کیا گیا ہے وہ ان شیطان صفت غنڈوں یا علماء سوء سے متعلق ہیں جو سادہ دل عوام کی زندگی کو فرقہ واریت کے زہر سے عذاب بنا رہے ہیں یا اپنے مخالف دھڑوں کو بموں اور بندوقوں سے تباہ کرنے کے درپے ہیں یا پھر ان کی اپنی جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے سیکرٹری اطلاعات کے بقول مدرسوں اور خانقاہوں میں بدکاری کے اڈے کھول کر اسلام کے رخ روشن پر سیاہی مل رہے ہیں۔ خدا محفوظ رکھے اس بلا سے۔

چل کے خود پہنچے کسی نرگس بیمار کے پاس
اتنی فرصت ہی کہاں ہے دل بیکار کے پاس
چھاؤں آنچل کی رہے اہل جنوں کے سر پر
سایہ اک اور بھی ہو سایہ دیوار کے پاس
طعن و تشنیع و دروغ و ذم و ذلت کے سوا
کوئی ہتھیار نہیں لشکر اغیار کے پاس
چشم بینا ہے علاج غم ذہن مفلس
کاش یہ دولت بیدار ہو دو چار کے پاس
حائل اس رہ میں نہیں دوری منزل یا رب
اڑ کے پہنچے گی مری خاک بھی سرکارؐ کے پاس
کس طرح ہوگی گناہوں کی تلافی یارب!
بوجھ بےحد ہے گناہوں کا گنہگار کے پاس
"کردیا مر کے یگانوں نے یگانہ ہم کو"
ورنہ غالب کی زمیں، ہم سے زمیں دار کے پاس!

(پرویز پروازی)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW

FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS
NEEDS PHONE:

041 777 8568
FAX 041 776 7130

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad